اَسرارِ ھُو

اَذکار، مُراقبات واَوراد

سلطان الفقر، سلطان العارفین

حضرت سلطان باھُو

قَدس اللہ سِرّہ

پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی

E-Title by: SultanBahu.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَسرارِ ھُو

اَذکار، مُراقبات و اَوراد

سُلطان الفقر، سُلطان العارفین

حضرت سلطان باھُو

قدس اللہ سرّہٗ

پروفیسر سیّد احمد سَعید ہمَدانی

حضرتِ غُلام دستگیر اکادمی (پاکستان)

دربار حضرت سُلطان باھُوؒ جھنگ-فون:۹۲-۵۳۲۰۰۹۱-۴۷-۹۲

یکے از مطبوعاتِ

حضرت غُلام دستگیر اکادمی (پاکستان)

جُملہ حقوق محفوظ

سرورق و اہتمام اشاعت

سُلطان ارشد القادری

طبعِ اوّل: مُحرم الحرام ۱۴۲۷ھ- جنوری 2006ء

ھدیہ : -/92 روپے   -/3 $ امریکی ڈالر

تقسیم کار:

ناشاد پبلشرز

65- ریگل پلازہ، کوئٹہ- فون: 2445180 - 2837999 81 92+

نشیمنِ غوثیہ 112/B کریم پارک، راوی روڈ لاہور فون: 7703419 42 92+

موبائل: 4380440 300 & 7869211 333 92+

EMail: sultanarshad11@hotmail.com

& sultanarshad11@yahoo.com

آنکہ واقف گشت بر اسرارِ ھُو
سرِّ مخلوقات چہ بود پیشِ او
آنکہ بر افلاک رفتارش بوَد
بر زمیں رفتن چہ دشوارش بوَد
(مولانا رومی)

جو شخص ھُو کے بھیدوں کو
جان گیا
اُس کے سامنے
مخلوقات کے بھید کچھ نہیں
جو شخص
آسمانوں پر چل رہا ہو
اُس کے لئے
زمین پر چلنا
کیا مشکل ہے

براۓ عَمَل

اپنے لئے

سَیّد اسلم شاہ کے لئے

اور

اُن تمام طَالبانِ حَقّ کے لئے

جو

'' اسرارِ ھُو ''

جاننا چاہتے ہیں

Our webpages :

http://groups.msn.com/SULTANBAHU

http://groups.msn.com/ISLAMICRAREPHOTOS

http://groups.msn.com/BOOKSFROMPAKISTAN

ختم شریف

سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ

(ولادت: ۱۰۳۸ھ - وصال: یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ/ ۱۹ فروری ۱۶۹۱ء)

سالانہ عُرس سراپا قُدس : اوّلین جمعرات جمادی الثانی

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

سُورۃ الفاتحہ: ۱۱ مرتبہ ؛ دُرود شریف: ۱۱۳ مرتبہ ؛ سُورۃ اَلم نشرح: ۱۲۲ مرتبہ ؛

یا حضرت سُلطان شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ: ۱۳۱ مرتبہ ؛ سُورۃ اخلاص: ۱۴۰ مرتبہ ؛

درود شریف: ۱۱۳ مرتبہ ؛ الحمد شریف: ۱۱ مرتبہ ؛ کلمۂ طیّبہ: ۱۱۰۰ مرتبہ ؛

ذکر اِسمِ ذات اَللہُ ھُو: ۷۰۰ مرتبہ

فہرست

حال: سیّد احمد سعید ہمدانی 15

پہلا باب : مدرسۂ فقر وتصوّف 17

مقامِ اوّلیت 18

مُرشد : مُرشد کے سوچنے کی باتیں 20

مرشد کے لئے بلند معیار 22

مرشد کا کام 23

پیر اور مُرید کا تعلق 25

ایک بات 27

فرائض 27

دعاوی سے احتراز 28

مُرشدِ کامل اور مُرشدِ ناقص 29

طالبِ حق: 29

- تیاری 30
- مُرشد کی تلاش 32

دوسرا باب: اَذکار 35

- اصل مُدّعا 36
- ذِکر کے فضائل 36
- حضرت سُلطان باھُو کا طریق 37
- مُرشد کی نگرانی 38
- ذِکر کے لوازِم 39

۱- ذِکرِ نفی اَثبات 39

- نفی اور اَثبات 40
- نشِست کا انداز 40
- ابتدائی کلمات 41
- سادہ طریقہ 41
- مؤثر طریقہ 42
- ذِکرِ جلی و خفی 43

۲- ذِکرِ اِسمِ اللہ ذات 43

- اَللّٰه 43
- لِلّٰه 44
- لَهٗ 44
- هُو 44

۳- ذِکرِ کلمہ طیبہ 45

- اہمیت 45
- ذِکر کے تین طریقے 46

۴- پاسِ اَنفاس 47

- ابتدائی ہدایات 47
- نفی اثبات 47
- اَللّٰه هُو 48

۵- حَبسِ دَم 49

- فضائل 49
- شرائط 50
- طریقہ 50

نفی اثبات 50

اَللہ ھو 51

اِحتیاط 51

حَبسِ دَم کا فائدہ 51

اَقسامِ ذِکر 52

ذِکرِ زبانی 52

ذِکرِ قلبی 52

ذِکرِ رُوحی 52

لطائف 53

نقشِ لطائف 54

ذِکرِ سِرّی 54

ذِکرِ خفی واخفیٰ 54

مراحلِ ذِکر 55

ذِکرِ زوال 55

ذِکرِ کمال 55

ذِکرِ وصال 56

ذِکرِ احوال 56

تیسرا باب : مُراقبات 57

مُراقبہ کیا ہے؟ 58

اَندازِ نشست 59

مُراقبہ کے لئے موزوں مقامات 59

ا۔ فَنا فی الشّیخ ، فَنا فی الرسول، فَنا فی اللہ 60

ا۔ فنا فی الشّیخ 60

تصوّرِ شیخ 60

ب۔ فنا فی الرّسول 61

ج۔ فنا فی اللہ 62

ارشاداتِ حضرت سُلطان باھو 62

۲۔ تصوّرِ اسمِ اللہ ذات 63

فضائل 63

مُبتدی کے لئے تین مرحلے 64

حصار کے لئے کلمات 65

احتیاطی تدابیر 67

طالبِ متوسط کے لئے ہدایات 68

طالبِ منتہی کے لئے ہدایات 68

مُعاون تدابیر 69

متفرق دوائر و نقوش 70

تصورِ کلمۂ طیبہ 71

۳- مشقِ مرقومِ وجودیہ 72

فضائل 72

ابتدا 73

طریقہ 73

کلمۂ طیبہ کی مشق 74

نقش برائے مشق کلمۂ طیبہ 75

۴- دعوت اہلِ قبور 76

یا دعوتِ قرآن

شرح دعوت 76

فضائل 76

دعوت کے لازم ارکان 77

مقاصد 77

مبتدی کی دعوت خوانی 78

متوسط طالبِ حق کی دعوت خوانی 78

منتہی فقیر کی دعوت خوانی 80

دعوت کی قسمیں 82

۵- مراقبہ مجلسِ نبوی ﷺ 83

ابتدا 83

فضائل 83

طریق 84

مقاماتِ مجلس 85

اہلِ حضور 86

مزید فضائل 86

چوتھا باب : اوراد 89

مرشد کی قوتِ قدسیہ توجہ 90

۱- رسالہ روحی شریف 90

۲۔ دُعائے سَیفی 91

۳۔ قَصِیدہ غَوثیہ 92

پانچواں باب : رِسالہ رُوحی شریف — مَتن بمع اعراب و اَوقاف 93

چھٹا باب : اِستفسارات اور جوابات 105

۱۔ قواعد وضوابط کے بارے میں 106

۲ ۔ حضرت سلطان باھو کے مسلکِ سُلوک کے بارے میں 118

✿ ✿ ✿

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَال

دَراصل زیرِ نظر کتاب میں اُن موضوعات پر قدرے تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے جن کے بارے میں سُلطان الفقر وسُلطانُ العَارفین حضرت سُلطان باھو قدس اللہ سرّہٗ کی حیات ؛ تعلیمات پر انگلش میں کتاب " Hadrat Sultan Bahu - Life & work " لکھتے ہوئے چند اشارات قلمبند کیے گئے تھے۔

حکم ملا کہ اُردو میں لکھنے کی زیادہ ضرورت ہے:

درویشوں کے لئے

برائے عمل

باترتیب

چنانچہ مجھ فقیر پر جو کچھ کھولا گیا، حکم کی تعمیل میں وہ سب کچھ لکھ دیا گیا ہے،

فالحمد للہ!

فرمایا:

" اگر تُو آئے تو دروازہ کُھلا ہے !

اگر نہ آئے

توحق تعالیٰ بے نیاز ہے ! "

(حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ)

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ بِجَاہِ نَبِیِّکَ الْکَرِیْمْ

وَ عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّکْرِیْمْ

یا سخی سُلطان باھُو ! دَر حَقیقت کاملی!

اَلْمدَد فی کُلِّ حَالٍ و دَر خفی و دَر جلی!

نوشہرہ (وادیٔ سُون)

۲۹ اپریل ۲۰۰۱ء

سیّد احمد سعید ہمدانی

* Published by : Hadrat Sultan Bahu Organization

19/1 Amjad Khursheed Road, Lahore Cantt

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

مدرسۂ فقر وتصوّف

فی الجملہ ہر آنکس کہ دریں خانہ رہی یافت

سُلطانِ زمین است و سُلیمانِ زمان است

(مولانا رُوم)

(اور بہت کچھ...... پر

ایک بات یہ ہے

کہ

ہر وہ شخص جس نے اِس گھر کی راہ پالی

وہ زمین پر سُلطان ہے

اور زمانے کا سلیمان ہے !)

مقامِ اوّلیت

تعلیم وتدریس کے نظام میں اُستاد اور طالب علم دونوں بہت اہم ہیں لیکن پُرانے دور میں اُستاد کو اِس حد تک خودمختاری حاصل تھی کہ اگر مدرسہ اُستاد کا اپنا ہوتا تو اپنے تعلیمی کوائف اور اہلیت کا وہ خود ذِمہ دار ہوتا یا کسی دُوسرے مدرسہ میں مُدرّس ہونے کی صورت میں اُس کے منتظمین اُس کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ طالب علم کو صرف پڑھنے سے سروکار ہوتا تھا اور سکول کے اِنتظام، طرزِ تدریس اور ماحول کے بارے میں اُس کی رائے یا پسند کو کچھ دخل نہ ہوتا تھا۔ مُدرّس کو ہی اوّلین اہمیت حاصل تھی، طالب علم دُوسرے درجے کے فریق شُمار ہوتے تھے۔

جدید دور میں جب نظامِ تعلیم سرکاری یا نیم سرکاری نگرانی میں چلنے لگا تو جہاں طلباء کی اوسط درجے کی قابلیت کے پیشِ نظر نصابِ تعلیم تیار ہوا، وہاں اُستاد کے کوائف کے ساتھ شاگردوں کے حقوق بھی طے پانے لگے، جس کا نتیجہ طالب علموں کی ایک گونہ آزادی کی صورت میں نکلا حتیٰ کہ پُرانے نظام کی قدروں پر اِیمان رکھنے والے نئے دور کے شاگردوں کو گستاخ اور بے اَدب بھی خیال کرنے لگے۔

آج کے دور میں طالب علم آزاد ہے اور اُستاد پابندِ آئین۔ مغربی ممالک کی درسگاہوں میں طالب علم کو مرکزیت حاصل ہے اور اُستاد کی حیثیت ثانوی ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے ہاں قدیم طرز پر قائم شُدہ مدرسے بھی اِس فضا کے زیرِ اَثر آچکے ہیں۔

اگر تصوّف کو مُریدوں کی طرف سے بَرکت اور دُعا گوئی، دست بوسی اور اِظہارِ عقیدت و تعظیم تک اور مشائخ کی طرف سے محض سجّادگی وصاحبزادگی اور حصولِ خدمت وجلبِ زر تک محدود نہ سمجھا جائے تو فقر وتصوّف بھی اِسلام کے اندر تعلیم وتربیت کا ایک شُعبہ ہے، جس کے لئے قوانین اور قواعد ہیں اور اپنا ایک نظام ہے۔ چنانچہ مدرسۂ فقر وتصوف کا دستور اب تک الگ چلا آرہا ہے۔

یہاں مُتعلّم محض طالب علم نہیں ہوتا بلکہ ''طالبِ حق'' ہوتا ہے۔ حق کو دیکھنا، پرکھنا اور حق پر چلنا چاہتا ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ وہ عام ظاہری تعلیم میں تکمیل پا چکا ہوتا ہے اور اب وہ بلند سطح پر حکمت ودانائی سیکھنے کا خواہاں ہوتا ہے جسے ''خاص الخاص تعلیم'' بھی کہا جا سکتا ہے۔

یہ دُرست ہے کہ پہلے پہل اُس کے سامنے جو باتیں سیکھنے کی ہوتی ہیں وہ عمومی رنگ کی ہوتی ہیں جیسے محاسنِ اخلاق، مُہذب رویہ اور لوگوں کے ساتھ اخلاص ومُروّت وغیرہ۔ اس کے ساتھ کچھ ابتدائی تعلیم بھی ضروری ہے۔ جب طالبِ حق حلقۂ فقر میں داخل ہو کر ذرا آگے بڑھتا ہے تو چونکہ وجدانی سطح پر سیکھتا ہے جس کا اِس سے پہلے اُسے کوئی خاص تجربہ نہیں ہوتا۔ اِس لئے وہ صرف اُستاد کی ہدایات کے بھروسے پر ہی آگے جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اُسے اُستاد کے سامنے اِس قدر مطیع اور فرمانبردار ہونا پڑتا ہے کہ کسی دُوسرے شعبۂ تعلیم میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ تاہم بعض علوم مثلاً فلسفہ، سائنس اور فنونِ لطیفہ کی طرزِ تدریس سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کیونکہ وہاں بھی اُستاد کے علم پر اعتماد کر کے ہی آگے چل سکتے ہیں۔

فقر وتصوّف میں اسی لئے اُستاد کو جسے مُرشد، شیخ یا پیر کہتے ہیں مکمل اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جس طرح چاہے، طالبِ حق کی اِستعداد کو سامنے رکھ کر اُسے آگے بڑھنے یا اُوپر جانے میں مدد دے۔ چنانچہ شیخ اپنے مُرید یا طالبِ حق سے مکمل اطاعت کا خواستگار ہوتا ہے:

بہ مے سجّادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا
(حافظ)

(اگر تجھے پیرِ مغاں کہے
تو مُصلّےٰ شراب سے رنگیں کر دے،
اس لئے کہ سالک

منزلوں کی رَسم وراہ سے

بے خبر نہیں ہوتا ہے)

طالب حق باخبر ہوتا ہے کہ مُرشد کے طَور طریق نرالے بھی ہو سکتے ہیں اور بظاہر بے قاعدہ بھی مگر طالب کو اُس طرح چلنا پڑتا ہے جیسے اُسے مُرشد چلانا چاہتا ہے۔

مُرشد :

مَدرسۂ فقر و تصوُّف کی ظاہری صُورت کبھی کوئی خانقاہ ہوتی ہے کبھی کوئی زاویہ، کسی مسجد یا بیٹھک کا برآمدہ، کوئی تکیہ یا کسی بزرگ کے مزار کے قریب کوئی نشست گاہ غرضیکہ ایسی کوئی بھی جگہ ہو، مرکزیت مُرشد کو حاصل رہے گی۔ مُرشد کے بغیر طالبان محض ایک گروہ ہیں جو کچھ سیکھنا تو چاہتے ہیں مگر سِکھانے والا کوئی نہیں۔

مُرشد کے سوچنے کی باتیں :

اب جو مُرشد کو یہ مقام دیا گیا ہے تو مشائخ کبار (رحمۃ اللہ علیہما) نے اُس کے کوائف، معیار، استعدادِ رہبری اور رُوحانی مَرتبے کے بارے میں ضروری معلومات و ہدایات بھی تفصیل سے لکھی ہیں۔ خصوصی طور پر حضرت سُلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ نے چونکہ مُرشد کی قوّتِ قُدسیہ اور رُوحانی توَجّہ کو ہر قُفل کی کلید کہا ہے۔ اِس لئے اُنہوں نے خصوصی طور پر طالبانِ حق کو مُرشد کی خصوصیات سے باخبر رکھا ہے۔ بعض پیر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب باتیں صرف مُریدوں کے جاننے کے لئے ہیں، ایسا نہیں ہے، حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ خود مُرشدوں کے گروہ کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ وہ ان صِفات و استعدادات کی روشنی میں خود اپنی حیثیت کا جائزہ لیں کہ وہ کہاں اور کیوں کھڑے ہیں؟۔ جہاں وہ کھڑے ہیں، یہ بزرگوں کا مقام ہے: ولیوں کا سجّادہ ہے اور یہ پیغمبروں کا کام ہے، اِس لئے ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔ کسی بھی سجّادہ نشین اور پیر اور مرشد کو سوچ سمجھ کر اِس مَسنَد پر جلوہ اَفروز ہونا چاہئے۔

سب سے پہلی اور بڑی صِفت تو یہ ہونی چاہئے کہ مُرشد اُن تمام احوال و مقامات سے گذرا ہو جن سے گزرنے کے دوران مرید اُس سے مَدَد کی توقع رکھتے ہیں۔ اگر خود اُس کی اپنی تربیت نہیں ہوئی تو پھر وہ نہایت غلط جگہ پر آ گیا ہے، جس کے نتائج اُس کے حق میں اچھے نہ ہوں گے۔ فرمایا:

آپ نہ طالِب ہین کہیں دے، لوکاں طالب کردے ھُو
چاون کھیپاں، کردے سیپاں، قہر تو ناہیں ڈردے ھُو
عِشق مجازی تِلکن بازی، پَیر اَوّلے دھردے ھُو
اوہ شَرمندہ ہوسن باھُو! اَندر روز حَشر دے ھُو

(ان کو دیکھ :
خود تو کسی کے مُرید نہ ہوئے
مگر لوگوں کو مرید بناتے ہیں۔
انہوں نے پیری مریدی کو کاروبار بنا ڈالا
خود عشق مجازی میں پڑ کر پھسل رہے ہیں
پاؤں سیدھے رستے پر نہیں رکھتے۔
باھُو !
یہ لوگ حشر کے دن
اللہ کے حضور میں ضرور شرمندہ ہوں گے۔)

مرشد توجہ اور برکت سے طالبوں کی اِمداد کرتا ہے مگر وہ ایک صاحبِ علم و معرفت رہبر ہوتا ہے جو خود ذاتی طور پر اُن تمام تربیتی مراحل سے گزر چکا ہوتا ہے اور اخلاقی و رُوحانی ریاضتوں کے

بعد منزل تک پہنچا ہوتا ہے۔ اسی لئے ایک بے قاعدہ و بے آئین فقیر یا مجذوب و نیم مجذوب مسندِ ارشاد کے قابل نہیں ہوتا۔ اُس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہو جائے گا یا کوئی کام کی بات ہاتھ آ جائے گی مگر وہ کسی درویش کی تربیت کا اہل نہیں ہوتا کیونکہ خود اُس کی اپنی تربیت جذب کے راستے یا بے ترتیب انداز میں ہوئی۔ صرف وہی فقیر صاحبِ ارشاد ہوتا ہے جو ''عقلِ بیدار'' کے ساتھ سلوک میں کامیاب ہوا اور کسی صاحبِ رُوحانیت شخصیت سے اُسے حکم و اِذن ملا کہ اب دُوسروں کو آگے سکھاؤ۔

ایک نومسلم صُوفی سکالر عمران یحییٰ نے یہ بات نوٹ کی ہے کہ تصُوف میں طالب کسی صوفی مُرشد کا مُرید ہوتا ہے جو پہلے خود کسی کا مرید رہا تھا اور اُس کے پیچھے یہ سلسلہ نبیٔ رحمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تک جا پہنچتا ہے۔

مُرشدِ کامل رُوحانی معاملات میں ماہر ہوتا ہے تاکہ وہ طالبانِ حق کی رہبری کر سکے اور اُن کو سکھا سکے۔ وہ اپنے حلقہ میں کردار اور مرتبے کے لحاظ سے ایک نمونہ ہوتا ہے، جس کے اقوال و افعال کی نقل کی جاتی ہے۔

مُرشد ایسا ہونا چاہیئے جو طالبانِ حق کے مسائل سمجھ سکے۔ اُسے اِس حد تک اِنسانی نفسیات کا بھی علم ہونا چاہئے کہ وہ اُن کے دینی و دُنیاوی، ذہنی و دماغی اور اخلاقی و رُوحانی مسائل سمجھ کر اُنہیں سُلجھا سکے۔ وہ ترغیب و تشویق سے اُن کے ذوق و شوق کو اِس حد تک تحریک دے سکے کہ وہ راہِ فقر میں قدم مضبوط جما کر سفر طے کرنے لگیں۔

مُرشد کے لئے بلند معیار :

حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ نے مرشد کا معیار بہت بلند دِکھایا ہے، نہ صرف اِس لئے کہ طالبانِ حق یا مُرید باخبر رہیں بلکہ اِس لئے بھی کہ خود مرشد بھی جب اپنے اندر اتنی قابلیت پیدا کر لیں تب رُشد و ہدایت کے منصب پر فائز ہونے کے دعویدار بنیں۔

حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ کے مدرسۂ فقر میں عارف سے کم درجے کا مُرشد قابلِ قبول نہیں۔ فرماتے ہیں: ''محقق عارف باللہ کا ظاہر علم سے آراستہ ہوتا ہے اور باطن یادِ اِلٰہی سے معمور۔ اُس کا مقام غوثیت و قطبیت سے بہرحال بلند ہوتا ہے۔ وہ کامل و مکمل مُرشد بن کر لوگوں میں ارشاد پر مامور ہوتا ہے اور عارف و معارف کے القابات کا مستحق ٹھہرتا ہے''۔۔۔ ''عارف باللہ کا اِبتدائی رُتبہ عامل عالم کا اِنتہائی رُتبہ ہے اور عارف باللہ کی اِنتہا فقیر کامل کے مراتب ہیں۔'' (قُربِ دیدار۔ صفحہ:۱۱)

نیز ''عارف' مُرشدِ کامل کو کہتے ہیں اور معارف' مُرشدِ مکمل کو کہتے ہیں اور مُرشد وہ ہے جو کامل و مکمل ہو۔'' (عین الفقر ۔ص:۵۱)

مُرشد کا کام :

مُرشد طالبِ حق کی حیوانی خصلتوں کو اِنسانی خصلتوں سے بدل دیتا ہے۔ اُن کے کردار میں نیکی سمو دیتا ہے۔ اُس کی ذات کی ساری قوتوں کو بروئے کار لے آتا ہے۔ ''کامل مرشد وجود دِل کے دروازوں کی کنجی ہے۔'' (جامع الاسرار۔ص:۷۵)

مُرشد طالب کے باطن میں داخل ہو کر اُس کے دِل پر اِسمِ ''اَللہ'' لکھتا ہے اور دوسرے مرحلے پر اُس کے دِل کو کھول دیتا ہے تاآنکہ وہ عارفِ رَوشن ضمیر بن جاتا ہے: ''جس وقت طالب کے دِل کی آنکھ کھل جائے، اُس وقت وہ طالب' روشن ضمیر اور صاحبِ معرفت اور صاحبِ جمعیتِ خاطر ہو جائے گا اور سر سے قدم تک طالب اللہ پُر نور ہو جائے گا۔ اور تجلیات کا مشاہدہ کرنے لگے گا۔'' (محکُ الفقر کلاں۔ص:۱۱۷)

مُرشد اپنی توجہ اور جذب سے مُرید میں شوق اور محبت کے جذبات کو اُکسا دیتا ہے' اس سے کردار میں تبدیلی لانا آسان ہو جاتا ہے۔''۔۔۔ مُرشد' طالب کو انتہائی راہِ معرفت اِس طرح دکھاتا ہے کہ ابتدا میں تعلیمِ محبت دیتا ہے، بے منت اور طلب بخشتا ہے، بے طاعت اسی طرح

راز بے ریاضت، مُشاہدہ بے مُجاہدہ، معرفت بے مُراقبہ، گنج بے رَنج، توفیق بے طریق، لقاء بے فنا، بقاء بے جفا، دم بے غم اور معراج بے استدراج عطا کرتا ہے۔" (نُور الہُدیٰ۔ص: ۱۸۸) ہر چند کہ ان تجربات و وارادات کی نوعیت ابتدا میں عارضی اور انعکاسی ہوتی ہے اور بہت بعد میں جا کر طالب کہیں ان میں پختہ ہوتا ہے مگر پہلے پہل اُسے رُوشناس کرنے کے لئے مُرشد اُسے سب کچھ دکھا دیتا ہے حتیٰ کہ اس کی منزل بھی دکھا دیتا ہے۔ جب کوئی طالب کسی مرشد کے حضور میں حاضر ہو تو یہ نکتہ یاد رکھے' اس سے معلوم ہو جائے گا کہ مرشد خود کس مقام پر ہے اور کیا کسی کو کہیں پہنچانے کا اہل ہے یا نہیں؟۔

حضرت سُلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرُّہٗ 'تو مرشد سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ نہ صرف طالب کو سارے مقامات ہی دکھا دے بلکہ فجر اور طلوعِ آفتاب کے وَقفے میں مجلسِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر کر دے۔ بس شرط یہ ہے کہ مرشد" دائمی غرق حضورُ فنا فی اللہ" ہو اور طالب نیک، باادب اور مخلص ہو: "جو شخص یہ اَوصاف نہیں رکھتا، وہ نہ مرشد ہے اور نہ طالب بلکہ ہَوس غالب ہے۔" (عین الفقر۔ص: ۱۱۲)

کامل مُرشد بامُروّت، ہمدرد اور مُعاونِ کار ہوتا ہے جب کہ نام نہاد پیر' حریص اور بے رحم ہوتا ہے وہ دوسرُوں کو بھی ضائع کرتا ہے اور اپنی ذات کو بھی برباد کرتا ہے۔ آپ بہت سخت الفاظ میں تنبیہ فرماتے ہیں :

مُرشدِ کامل بود صاحب قلب
مُرشدِ ناقص بود ہمچوں کلب

یعنی مرشد کامل صاحب دل ہوتا ہے مگر مرشد ناقص کُتے کی طرح ہے۔ (مجالسۃ النبی۔ص:۴)
مُرشد اگر خود تربیت یافتہ، سلوک میں منتہی اور کامل ہے تو ہر قریب آنے والے کو اُس کا فیض کسی نہ کسی صورت میں ضرور پہنچے گا۔ فرمایا: "مرشد وہ ہے کہ طالب کو سوگند دے کر پوچھ لے کہ

اے طالب! جو کچھ تیرا اصلی مطلب ہے، وہ مجھ سے طلب کر لے۔ مرشد طالب کو اپنا مطلوب عطا کر دے۔ مرشدِ کامل کا فیض مثلِ بارانِ رحمت یا موجِ دریا یا شعاعِ آفتاب ہے۔" (نور الہُدیٰ۔ ص : ۱۲۵)

طالب تو مُرشد کے پاس آتا ہی اس نیّت کے ساتھ ہے کہ وہ بدل جائے، کام کا آدمی بنے' اُس کی استعداد بروئے کار آ جائے اور اس کام پر آ جائے جس کے لئے اُسے پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ مرشد' طالب کی بے رَاہروی کا سدِّ باب کرتا ہے، اُسے خود آگاہی اور خود یابی کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔ اُس پر موت وحیات کے مقاصد واضح کرتا ہے۔ یہ سب کچھ مُرشد نامعلوم اور پنہاں طریقوں سے سرانجام دیتا ہے :

تینوں مطلب حاصل باھُو ! پیر نظر اِک تکّے ھُو

(باھُو ! حق یہ ہے کہ
پیر کی ایک نظرِ عنایت سے
سب مطالب حاصل ہو جاتے ہیں)

پیر اور مُرید کا تعلّق :

اگر خوش قسمتی سے پیر کامل ہو اور طالب بے ریا جُویائے حق ہو تو پھر جوں جوں تربیتی مراحل طے ہوتے ہیں، دونوں کے دل ایک ہوتے جاتے ہیں اور طالبِ حق اپنے مُرشد کے رنگ میں رَنگا جاتا ہے' اسے "فنا فی الشیخ" کہتے ہیں پھر مُرید کے لئے مُرشد" نورِ مُطلق" ہوتا ہے۔

شمس تبریزی کہ نُورِ مطلق است
آفتاب اَست و زِ اَنوارِ حق است (رُومی)

(شمس تبریزی جو نُورِ مطلق ہیں، وہ سورج ہیں اور حق کے انوار میں سے ایک نُور !)
پھر اُس جیسا اُسے کوئی اور نظر نہیں آتا جیسا کہ مولانا رُوم نے ہی فرمایا :

"مَن ندیدم ہیچ او اندر جہان

(مَیں نے اُن جیسا دُنیا میں کوئی اور نہ دیکھا)

حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سِرُّہٗ فرماتے ہیں :

ایہہ تن میرا چشماں ہووے، مرشد ویکھ نہ رجاں ھُو
لُوں لُوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں، ہک کھولاں ہک کجاں ھُو
اتنیاں ڈٹھیاں، صبر نہ آوے، ہور کتے ول بھجاں ھُو
مُرشد دا دیدار ہے باھُو! لکھ کروڑاں حجاں ھُو

پھر یوں ہوتا ہے کہ علمِ ظاہر اور علمِ باطن دونوں مرشد کی برکت اور تعلیم و تلقین کی بنا پر از خود حاصل ہو جاتے ہیں۔ جب خدا ہی مِل گیا تو سب کچھ مِل گیا :

نہ رَبّ عرش مُعلّٰے اُتے، نہ رَبّ خانے کعبے ھُو
نہ رَبّ عِلم کتابیں لَبھا، نہ رَبّ وِچ محرابے ھُو
گنگا تیرتھیں مُول نہ مِلیا، پینڈے بے حسابے ھُو
جد دا مرشد پھڑیا باھُو! چُھٹے سب عذابے ھُو

مُرشد بڑے طریقے سے تخلیقِ کائنات اور پیدائشِ آدم کے راز سے آگاہ کرتا ہے پھر اِس قسم کے طریقے بتاتا ہے کہ اُن پر عمل پیرا ہو کر خوابیدہ قوتیں جاگ اُٹھتی ہیں اور اندر ہی اندر علم کے ایسے ذرائع مُیسر آجاتے ہیں کہ طالب خود حیران رہ جاتا ہے کہ یہ قوتیں بھی اُس کے اندر موجود تھیں۔ "تیرے اندر آبِ حیاتی ھُو" کا بھید ظاہر ہو جاتا ہے۔

فقیری اور درویشی کے ایسے راز منکشف ہوتے ہیں جو زندگی اور موت اور کامیابی و ناکامی اور دولت و اقتدار کی حقیقت واضح کر دیتے ہیں۔ مثبت و منفی اقدار الگ الگ ہو جاتی ہیں، کسی قسم کا انتشار ذہن میں نہیں رہتا۔

مرشد صرف چند اذکار و مُراقبات سِکھاتا ہے اور اُن کو مستقل طور پر جاری رکھنے کو کہتا ہے۔ اُن پر عمل بہر صورت لازم ہے کیونکہ اُنہی کی بدولت آخر میں "اسرارِ شہنشاہی" کھلیں گے اور فقیر اپنی زندگی کے دائرے میں بادشاہوں کی طرح راج کرے گا۔

ایک بات :

آخر میں ایک بات : اگر کوئی طالب یہ سمجھے کہ جس پیر کے پاس وہ آیا ہے، اُس کی ہدایات کے مطابق یا اخلاصِ عمل کے باوجود نتیجہ صفر ہے تو حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سِرُّہٗ اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے کہ طالب ایسے مُرشد کو چھوڑ کر کسی اور پیر اُستاد کے پاس چلا جائے اور وہاں جا کر اللہ اللہ کرنا سیکھے جو مقصود ہے۔

پیر مِلے جے پیڑ نہ جاوے، اُس نُوں پیر کیہ دھرنا ھُو
مُرشد مِلیاں اِرشاد نہ مَن نُوں، اوہ مُرشد کیہ کرنا ھُو
ہادی کنُوں ہدایت ناہیں، اوہ ہادی کیہ پھڑنا ھُو

(پیر ملے اور پیڑ (درد) نہ جائے
تو ایسے پیر کے ملنے سے کیا فائدہ؟
مرشد ملے اور دِل کو ہدایت نہ ملے
تو ایسے مرشد کو کیا کیا جائے؟
جو رہبر راستہ نہ دِکھائے
اُسے رہبر بنانے کا کیا فائدہ؟)

جان لیجئے کہ

فرائض :

بزرگوں نے مریدوں کو اُن کے فرائض بتانے اور اُن کو فقیری اور درویشی کے آداب سکھنے اور

خانقاہوں میں سلیقہ کے ساتھ رہنے کے بارے میں "آدابُ المُرِیدین" قسم کی بہت سی کتابیں لکھی ہیں- عام طور پر زیادہ زور طالبانِ حق کو نصائح بہم پہنچانے پر ہوتا ہے- یہ اپنی جگہ ہر لحاظ سے دُرست ہیں- اگر طالبوں میں بظاہر معمولی سی کوتاہیاں بھی رہ جائیں تو کچھ حاصل نہیں ہوتا' مگر پھر بھی ایک بات ہے اگر طالب مُخلص ہو تو اُس کی کوتاہی کو دُور کرنے کا کوئی وسیلہ نکل آتا ہے-

مگر مرشد میں اگر اسی طرح کی کوئی کوتاہی ہو تو سارا انتظام دَرہم بَرہم ہونے کا خطرہ ہوتا ہے-

اسی لئے حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ نے مُرشدوں کے مقام، اُن کی خصوصیات، اُن کے فرائضِ منصبی' اُن کی اِستعداد و قابلیت اور اُن کے کوائف ضروریہ کے بارے میں اتنا کچھ لکھا ہے کہ اگر وہ سب اَقوال جمع کئے جائیں تو "فرائضِ مُرشدین" قسم کی کتاب مُرتب ہو سکتی ہے- لہٰذا ضروری ہے کہ خود مُرشدوں کو اپنے حال و مقام کا علم رکھنا چاہئے-

دَعاوِی سے اِحتراز :

مُریدوں کے اُکسانے پر اپنی ذات کے بارے میں بڑے بڑے دعوے کرنے یا سُننے سے احتراز کرنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ وہ خلقِ خدا کی خدمت پر مامور ہیں اور اسی کام کی وجہ سے مخدوم بنے ہیں- اگر سجّادہ' وراثت میں مل گیا ہے تو پھر علم کی طرف توجہ دینی چاہیئے اور اہلِ علم کو اپنے ساتھ رکھنا چاہئے کہ "راہ و رسمِ منزلہا" سے باخبر ہیں-

حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ نے تنبیہ کی خاطر بہت شدید لہجہ اختیار فرمایا ہے -

"جان لے کہ بعض سالک یا طالب یا مرشد خود کو حضوُر (اہلِ حضور) سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں حضوریٔ حق تعالیٰ سے دُور تر اور بے خبر ہیں- وہ کنویں کے اُس بَیل کی مانند ہوتے ہیں جس کی آنکھوں پر پٹی بندھی رہتی ہے اور وہ سارا دِن کنویں کے گرد چکر کاٹتا رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ بڑی منزل طے کر رہا ہے لیکن جب آنکھیں کھلتی ہیں تو خود کو اُسی جگہ کنویں کے گرد کھڑا پاتا ہے-

ہر آں گوید حضوُرش حق ز دُورش

حضوُرش آنکہ از خود خویش دُورش

یعنی: جو شخص اہلِ حضوُر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے' وہ دراصل حضورِ حق سے دُور ہوتا ہے' اہلِ حضور وہ ہے جو خود سے دُور ہے- (عینُ الفقر- باب: دہم)

مُرشدِ کامل اور مُرشدِ ناقص :

نیز فرمایا: "اگر طالب با اخلاص اور مرشد خاصُ الخاص ہے تو دونوں کی صحبت موافق ہو کر جملہ مقاماتِ ابتدا و انتہا ایک دَم میں طے ہو جاتے ہیں- راستے پر لے جانے والا مرشد کامل تمام مطالب تک پہنچا دیتا ہے لیکن مرشدِ ناقص بجُز خدمت وطلبِ زر دُوسرا راستہ نہیں جانتا- مرشد کامل' لاھوت لامکان تک پہنچانے والا ہے اور مرشد ناقص روٹی کپڑے کے لئے پریشان رہتا ہے-" (نور الہدیٰ- ص: ۱۲۸)

طالبِ حق

ہر کہ طالبِ حق بُوَد مَن حاضرم
زِ ابتدا تا انتہا یکدم برم
طالب بیا! طالب بیا! طالب بیا!
تا رسانم رُوزِ اوّل با خُدا

(رسالہ رُوحی)

(جو شخص بھی حق کا طالب ہو،
میں حاضر ہوں،
اُسے پل بھر میں ابتدا سے انتہا تک پہنچا دیتا ہوں-

اے طالب آ !

اے طالب آ !!

اے طالب آ !!!

تا کہ میں تجھے پہلے دن ہی

خُدا تک

پہنچا دوں)

اس قسم کے اعلانات پڑھ کر فقر و تصوّف کے بارے میں سطحی علم رکھنے والا ہر دُوسرا شخص یہ پُوچھتا مِلے گا کہ مجھے کسی بندۂ خدا کا پتہ بتاؤ جو بس مجھے ایک بار دیکھے اور مجھے کسی اور ہی سطح پر اُٹھا لے جائے۔

اب یہ سوال جائز بھی ہے اور ناجائز بھی۔ جائز اس لئے ہے کہ ہم کرامات پر یقین رکھتے ہیں اور ولیوں کی تاریخ میں ایسے کئی لوگوں کے حالات ملتے ہیں کہ وہ کسی کی نظر کے سامنے آ گئے اور دُگرگوں ہو گئے۔ مگر ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ باتیں کرامات سے متعلق ہیں جو صرف خاص حالات اور مخصوص صورتوں میں وقوع پذیر ہوتی ہیں ورنہ سُنّتِ الٰہیہ تو یہی چلی آ رہی ہے کہ مانگو تو دیا جائے گا۔ چنانچہ مانگنے کے طور طریق کے ساتھ آگے آؤ اور اپنا حصہ پالو...... یعنی پہلے طالب بنو!

تیاری :

عام طریق یہی ہے کہ اگر زندگی کا مقصد کچھ معلوم ہو گیا ہے اور شخصیت، کردار اور رُوح میں تبدیلی کی خواہش بیدار ہو گئی ہے تو پھر مُرشد کے پاس جانے سے پہلے کچھ تیاری دَرکار ہو گی۔ حلقۂ فقر میں آنے سے پہلے اپنا رَویہ، مزاج اور میلان دُرست کرنا پڑے گا۔

یہ عالمِ فقر کی بادشاہی ہے۔ اس کا جواز اور استحقاق صرف اپنی ذات کے حوالے سے ثابت کرنا پڑتا ہے۔ مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

شاہ آں باشد کہ از خود شاہ بُود

نے بخزنہا و لشکر شاہ بُود

(بادشاہ وہ ہوتا ہے جو اپنے ہی بل بوتے پر بادشاہ ہو نہ کہ خزانوں اور لشکر کی وجہ سے بادشاہ بنا پھرتا ہو)

فقیروں کو بادشاہی یا شہنشاہی ورثہ میں نہیں ملتی۔ ایک طالبِ حق کو جان لینا چاہئے کہ اُس کی خاندانی وجاہت اُس کے رُوحانی اِرتقاء میں اُس کے کسی کام نہیں آئے گی۔ اگر کوئی چیز کام آتی ہے تو وہ صرف ہے فطری اِستعداد اور ہمت!

فرمایا: ''اے طالب! اگر تو سیّد ہے تو خُلقِ مُحمدی کی سَند حاصل کر۔ اگر قُریش ہے تو دِل ریش ہو۔ اگر عالم ہے تو درویشی طلب کر نہ درپیشی'' (نورالہدیٰ۔ ص:۱۹۹)

اگر طالبِ حق فقیری چاہتا ہے تو پھر اُس پر اِحتیاط لازم ہے کہ اُن لوگوں کی صحبت سے بچے جن سے وہ بُرا اثر قبول کر سکتا ہے۔ اُن جگہوں پر نہ جائے جہاں اُسے غصہ آتا ہو، جذبات بھڑک اُٹھتے ہوں یا طمع و حسد میں پڑ سکتا ہو بس وہ کوشش کرے کہ حق سُنے اور پڑھے، حق کہے، حق ڈھونڈے اور حق دیکھے۔ ایک وقت آئے گا جب مقامِ حقُ الیقین کو پا لے گا۔

ایک طالب اللہ کے میلانِ حق کی دلیل یہ ہے کہ مرشد کی توجہ سے سات خصوصیات اُس میں پیدا ہو جاتی ہیں: اِعتقاد، یقین، اخلاص، صِدق، اِعتبار، طلب اور محبت۔

ان خصوصیات کے ساتھ طالبِ حق کو ہمیشہ فقیروں اور عالموں کی صحبت میں رہنا چاہئے تا کہ درویشی میں اُس کا میلان پختہ ہو اور اُس کا ذہنی رُجحان درست رہے اور دُنیا کی ہوس دُور ہو جائے۔ (گنج الاسرار۔ صفحہ:۲۴)

طالبِ حق اگر پڑھا لکھا نہیں ہے تو اُسے فقیروں اور درویشوں کی مجلس میں بیٹھنا چاہئے اور اگر وہ پڑھ سکتا ہے تو اُسے مشائخ کبار کی کُتب کا مطالعہ اپنے لئے لازم جاننا چاہئے۔ وہ شخص جو

اولیاء اللہ کے ملفوظات یا اُن کی تصنیفات پڑھتا رہتا ہے' اسے ضرور حکمتِ الٰہیہ اور معرفت سے حصہ مل جاتا ہے- اِن کتب کے مطالعہ کی برکت سے اخلاص، ذکر و فکر اور بیداریٔ قلب کو تقویت ملے گی- فرمایا :

"جو شخص اولیاء اللہ کی تصنیفات کا ہمیشہ مطالعہ کرتا رہے گا' اس کی کوئی بات حکمت سے خالی نہ ہوگی اور ان تصانیف کی برکت سے ذکر، ارادت اور زندگیٔ دل نصیب ہوگی۔"

(کلید التوحید کلاں- صفحہ:۴۹)

خاص طور پر حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ کی کتب بار بار پڑھنے سے ضرور رہبری ملتی ہے کہ تقریباً سب کتب الہامی ہیں اور صُحفِ سماویہ کی طرح موثر- فرماتے ہیں :

"میں نے کسی کتاب سے کوئی حرف یا نکتہ نقل نہیں کیا بلکہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری سے یہ باتیں لایا ہوں اور اپنے تئیں اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔" (نور الہدیٰ خورد- ص:۴۴)

اگر کوئی طالبِ حق' ان پڑھ ہے تو اُسے حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ کے مزار کی زیارت کے لئے بار بار جانا چاہئے- وہاں سے اُسے رہنمائی ملے گی- (عین الفقر- ص:۱۹۹)

مُرشد کی تلاش :

طالبِ حق کا سب سے بڑا مسئلہ مرشد کی تلاش ہوتا ہے مگر ابتدا میں جس قدر یہ مسئلہ پُر پیچ، کٹھن اور مشکل محسوس ہوتا ہے' اُس قدر یہ ہے نہیں- طالب اگر روحانیت کی طلب میں صادق ہے اور نیک نیتی سے فقیری اور درویشی کے آداب و قواعد سیکھنا چاہتا ہے تو مرشد اُسے ضرور مل جائے گا- جب مرشد مل جائے تو پھر طالبِ حق کو اُس کی اطاعت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ... اُس کے لئے کیا نصاب تجویز کرتا ہے اور اُسے ... منحصر ہوگا کہ وہ

تک پہنچا کر کون سا کام اُس کے سپرد کرتا ہے کیونکہ مُرشد اولی الامر ہے اور فقیر کو کہیں مامور کرنے کا اختیار بھی اُسے ہی حاصل ہے-

ایک بات اور : حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ جس طرح طالب' مُرشد کی تلاش میں رہتا ہے' اسی طرح مرشد بھی طالب کا متلاشی ہوتا ہے لہٰذا زیادہ گھبرانے اور زور مارنے کی ضرورت نہیں- یہ یقین رکھنا چاہئیے کہ وقت پر مرشد از خود مل جائے گا اور جب وہ مل جائے تو اللہ کا شکر اَدا کرنا چاہئے اور اُس کی ہدایات پر عمل اور اذکار و مُراقبات کی مداومت سے پہلو تہی نہیں کرنی چاہئے-

لیکن پہلا سبق یہی ہے کہ ابتدا میں صرف شدتِ طلب اور انتظار اور پُکار !

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

لُطفِ محبوب را نہایت نیست

طالب آنست کہ بے طلب نبوَد

(محبوب کی مہربانی کی تو کوئی انتہا ہی نہیں' طالب وہ ہے کہ کبھی بے طلب نہ رہے)

اِس کا مطلب یہ ہے کہ فقیر سلوک کے تمام مراحل میں طالب ہی رہتا ہے کیونکہ اگر طلب ختم ہوگئی تو گویا وہیں ترقی رُک گئی- طالب وہ ہے جو ہمیشہ تمنا کرتا ہے اور تمنا کا اظہار کرتا ہے-

اے شہنشاہِ بلند اختر ! خدارا ہمتے

تا ببوسم ہمچو گردوں خاکِ ایوانِ شما

(حافظ)

(اے بلند اختر بادشاہ!

خدا کے لئے

توجہ کیجئے

تا کہ آسمان کی طرح

تمہارے محل کی خاک کو

بوسہ دوں)

❀ ❀ ❀

دُوسرا باب

اَذکار

’’ یاد رَکھو !

کہ جو دَم شَوقِ اِلٰہی میں گزرے

وہ ہزاروں بادشاہیوں

اور چاند سے لے کر مچھلی تک

تمام مَراتب سے اَفضل ہے ‘‘

حضرت سلطان باھوُ قدس اللہ سِرّہٗ

(اَورنگ شاہی - صفحہ : ۳۲)

تاکہ آسمان کی طرح
تمہارے محل کی خاک کو
بوسہ دوں)

چنانچہ بندوں کو ذکر کی تاکید فرمائی گئی ہے اور سرورِ کائنات حضرت مُحمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کہا گیا: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (اور اپنے آپ کو اُنہی کے ساتھ رکھا کریں جو اپنے پروردگار کو صبح شام پکارتے ہیں اور اُسی کی رضا مندی چاہتے ہیں) الکہف: ۲۸

ذکر کرنے والے لوگوں کی تعریف فرمائی گئی: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (ایسے لوگ جنہیں نہ تجارت غفلت میں ڈالتی ہے، نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے، وہ ڈرتے رہتے ہیں ایسے دن سے جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی) النور: ۳۷

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ (رات کے وقت نماز میں کھڑے ہو جاؤ مگر کم، آدھی رات یا اُس سے بھی کچھ کم کرلو) المزمّل-۲،۴

حضرت سُلطان باھُو کا طریق:

اذکار کے طریقے مختلف ہیں مگر مقصود سب کا ایک ہے، ادراک و معرفتِ حق اور دیدارِ الٰہی۔ حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ نے اپنے مُریدوں اور طالبانِ حق کو ریاضاتِ شاقہ اور اَوراد و وظائف میں نہیں ڈالا۔ وہ اُن اولیاءِ کبار میں سے ہیں جو اپنی قوّتِ قُدسیہ اور توجّہ اور ہمّت سے طالبوں کو آگے لے جاتے ہیں: ''اُن کی نظر سَراسَر نُورِ وحدت اور کیمیائے عزّت۔ جس پر اُن کے عنقاء کا سایہ پڑا، اُسے نُورِ مُطلق بنادیا۔ طالبوں کو ریاضت اور وِرد اَوراد ظاہری کی احتیاج میں مشغول نہیں کیا۔'' (رسالہ رُوحی۔ ترجمہ راقم، صفحہ: ۵۱)

حضرت سُلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ نے معدودے چند اذکار و مراقبات تجویز فرمائے ہیں جو مُرادیابی کے لئے نہایت مؤثر ہیں۔ انہیں شروع کرنے سے پہلے کچھ شرائط

اَصل مُدّعا :

"واضح رہے کہ زندگی اور موت میں وجود کی پاکیزگی ہی اصل مدعا ہے"

(شمس العارفین۔صفحہ:٦٩)

"جب تک سالک کی ہستی کا ستارہ مغرب میں نہ جا چُھپے، تب تک بقائے اَبدی کا آفتاب فیضِ اَزلی کے مطلع سے نہیں نکلتا اور فکر کی صبح جس سے زوال کی تاریکی زائل ہوتی ہے، ظاہر نہیں ہوتی...... اگر ظاہر ہو جائے تو اس سے بہت کچھ فائدہ ہوتا ہے...... جب غیب کے شواہد ملک الموت جیسی رات کی صورت پر نمودار ہوتے ہیں اور جو بے صورت ہوتے ہیں زائل ہو جاتے ہیں تو شہودِ وحدت کی صبح اُفقِ حقیقت سے نمودار ہوتی ہے !" (جامع الاسرار۔صفحہ:٢٩)

فقر و تصوّف کے ہر طریق میں مختلف اذکار و مُراقبات اور اَوراد و وظائف مشائخ کبار نے تجویز فرمائے ہیں اور اُن کا مقصد و مُدّعا یہی ہے کہ انسان کے اندر وہ باطنی قوتیں جاگ اُٹھیں جو رُوحانی حقیقت کا کماحقہٗ اِدراک کر سکتی ہیں۔ انسان اپنے اَندر اور باہر ایسی نشانیاں دیکھنے کا اہل ہو جاتا ہے جو اُسے حق آگاہ بناتی ہیں۔

ذکر کے فضائل :

قرآن مجید میں ذکر کے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ تمام مخلوق اُس کی حمد کر رہی ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ○

(اسی کی پاکی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی بھی اُن میں موجود ہیں اور کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو۔ البتہ تم ہی اُن کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ بڑا حلم والا بڑا مغفرت والا ہے) بنی اسرائیل:٤٤

چنانچہ بندوں کو ذکر کی تاکید فرمائی گئی ہے اور سرورِ کائنات حضرت مُحمّد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کہا گیا: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (اور اپنے آپ کو اُنہی کے ساتھ رکھا کریں جو اپنے پروردگار کو صبح شام پکارتے ہیں اور اُسی کی رضا مندی چاہتے ہیں) الکھف : ٢٨

ذکر کرنے والے لوگوں کی تعریف فرمائی گئی : رِجَالٌ "لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ" وَّلَا بَيْعٌ" عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (ایسے لوگ جنہیں نہ تجارت غفلت میں ڈالتی ہے، نہ خرید و فروخت، اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے، وہ ڈرتے رہتے ہیں ایسے دن سے جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی) النّور:٣٧

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ○ (رات کے وقت نماز میں کھڑے ہو جاؤ مگر کم، آدھی رات یا اُس سے بھی کچھ کم کر لو) اَلمُزمّل۔٢،٣

حضرت سُلطان باھُو کا طریق :

اَذکار کے طریقے مختلف سہی مگر مقصود سب کا ایک ہے، اِدراک و معرفتِ حق اور دیدارِ اِلٰہی۔ حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ نے اپنے مُریدوں اور طالبانِ حق کو ریاضاتِ شاقہ اور اَوراد و وظائف میں نہیں ڈالا۔ وہ اُن اولیاءِ کبار میں سے ہیں جو اپنی قوتِ قُدسیہ اور توجّہ اور ہمت سے طالبوں کو آگے لے جاتے ہیں: "اُن کی نظر سَراسَر نُورِ وحدت اور کیمیائے عزت۔ جس پر اُن کے عنقاء کا سایہ پڑا، اُسے نُورِ مُطلق بنا دیا۔ طالبوں کو ریاضت اور وِرد اَوراد ظاہری کی احتیاج میں مشغول نہیں کیا۔" (رسالہ رُوحی۔ ترجمہ راقم، صفحہ:٥١)

حضرت سُلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ نے معدودے چند اَذکار و مراقبات تجویز فرمائے ہیں جو مُرادیابی کے لئے نہایت موثر ہیں۔ انہیں شروع کرنے سے پہلے کچھ شرائط

فقیری کے حلقے میں آنے سے پہلے طالبِ حق اپنے اندر غیب سے ایک شوق اور تمنا محسوس کرتا ہے۔ اگر اُسے کسی مرشد کے ہاں بیعت کا شرف حاصل ہو جائے یا اُسے بطور ایک طالب کے قبول کر لیا جائے تو اس شوق میں شدّت آ جاتی ہے' یہی شوق بڑھتے بڑھتے عشق کی صورت اختیار کر لیتا ہے مگر یہ اگلا دائرہ ہوگا جبکہ ہم صرف ابتدا میں ایک حلقے یا دائرے کی بات کر رہے ہیں

مُرشد اپنے خالق و مالک اللہ تک پہنچنے کو شوق کو ایک بیج کی طرح طالب کے قلب میں بو دیتا ہے یا پھر پنیری کی طرح ننھا سا پودا لگا دیتا ہے' اب اس بیج کو اُگنا اور بڑھنا ہے یا اگر پودے کی شکل ہے تو اسے بڑا ہونا ہے۔ جس طرح پودے کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے' ایمان اور شوق کے بیج یا پودے کو بھی پانی کی ضرورت ہے اور یہ پانی ہے ذِکرِ نفی و اثبات -

نفی اور اثبات :

نفی و اثبات ہمارے کلمۂ شہادت یا کلمۂ طیبہ کا پہلا حصہ ہے - پورا کلمہ ہے :

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ

پہلا حصہ ہے: **لا اِلٰـہ اِلا اللّٰـہ** : اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' ہر قسم کے بتوں یعنی چھوٹے اصنام، موہومہ خدا و دیوتا اور دولت و اقتدار سب کی نفی ہو گئی -

دوسرا حصہ ہے: **اِلا اللّٰہ** : سوائے اللہ کے - نفی کے بعد اللہ کی ہستی کا اثبات و اقرار ہو گیا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے "**اَفضلُ الذِّکر**" قرار دیا -

اب اس ذکر کے طریقے مختلف ہیں لیکن ذکر سے پہلے آدمی بیٹھنے کا انداز صحیح کرے۔

نشست کا انداز :

قبلہ رُخ دو زانو ہو کر بیٹھے یا قعدہ کی صورت میں۔ لیکن ریڑھ کی ہڈی سیدھی رہنی چاہیے۔ سر بالکل نہیں جھکا دینا چاہیے بلکہ تھوڑی کندھوں سے اُوپر اُٹھی ہوئی نہ ہو۔ اگر سر تھوڑا سا دل کی جانب خفیف سا جھکا ہوا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ تصور کرے کہ وہ اپنے شیخ کے سامنے بیٹھا ہے یا

حضرت سُلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ کے مزار کے سامنے موجود ہے -

اِبتدائی کلمات :

ذکر سے پہلے حضرت سلطان العارفین سُلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ نے مندرجہ ذیل آیات وکلمات پڑھنے کی ہدایات فرمائی ہیں -

۱- تعوّذ
۲- تسمیہ
۳- سُورۃ الفاتحہ
۴- آیت الکُرسی
۵- سورۃ الکافرون
۶- سورۃ اخلاص
۷- سورۃ الفلق
۸- سُورۃ النّاس
۹- درود شریف
۱۰- اَستغفار
۱۱- تیسرا کلمہ
۱۲- کلمۂ شہادت
۱۳- کلمۂ طیبہ

OOO

یہ آیات وکلمات ذکر کرنے والے کے لئے حصار (قلعہ یا احاطہ) کا کام دیں گے' جن کے پڑھنے سے وہ وَساوس وخطرات سے محفوظ رہے گا - چاہیئے کہ ان کو پڑھ کر وہ اپنے بدن اور خاص طور پر سینہ پر پھونکے اور پھر ذکر شروع کرے -

سادہ طریقہ :

سیدھا سادہ طریقہ تو یہ ہے کہ ذاکر تسبیح ہاتھ میں لے اور نرمی سے ایک ایک مَنکا پھیرتے ہوئے **لا الٰہ الااللہ** کہتا رہے (آخر میں اللّٰہ کی ھ پر ضم (پیش) مت پڑھے۔ صاف کہے اللّٰہ لام پر شدّ کے ساتھ) کم از کم ایک سو بار دُہرائے یا جس قدر مُرشد پڑھنے کے لئے کہے۔ یہ مُبتدی کی ذکر میں ابتدا ہے لیکن بکثرت پڑھنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ ہر نماز کے بعد ایک سو بار یا اس سے زیادہ پڑھنا مقرر کیا جائے تو ایک ترتیب یا باقاعدگی پیدا ہو جائے گی جو مفید ہوگی۔ مقررہ

تعداد میں پڑھنے کے بعد کم از کم ایک یا تین بار مکمل کلمہ پڑھے :

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

کچھ مُدّت کے بعد جب یہ پختگی پیدا ہو جائے تو اب آگے بڑھنے کے لئے طریقہ تبدیل ہوتا ہے -

مُؤثر طریقہ :

نشست کا انداز وہی رہے گا (اگر قعدہ کی صورت میں ٹانگیں تکلیف محسوس کریں تو دو زانو ہو کر بیٹھا جا سکتا ہے مگر پشت سیدھی رہے اور سر بھی زیادہ اُوپر نہ اُٹھے - آنکھیں بند نہ ہوں اور نظر سجدے کے لئے موزوں جگہ پر رہے) اب **لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہ** پڑھتے ہوئے **لَا** کو ناف سے شروع کرنا ہے اور تصوّر میں سَر کی چوٹی تک کھینچ کر لانا ہے پھر دائیں طرف سَر جُھکا کر کندھے تک **اِلٰہ** تک پہنچنا ہے اور سر کو بائیں طرف ہلکا سا جھٹکا دے کر دِل پر ضرب لگاتے ہوئے **اِلَّا** کو اللّٰہ سے ملا کر کہنا ہے **اِلَّا اللّٰہ** !

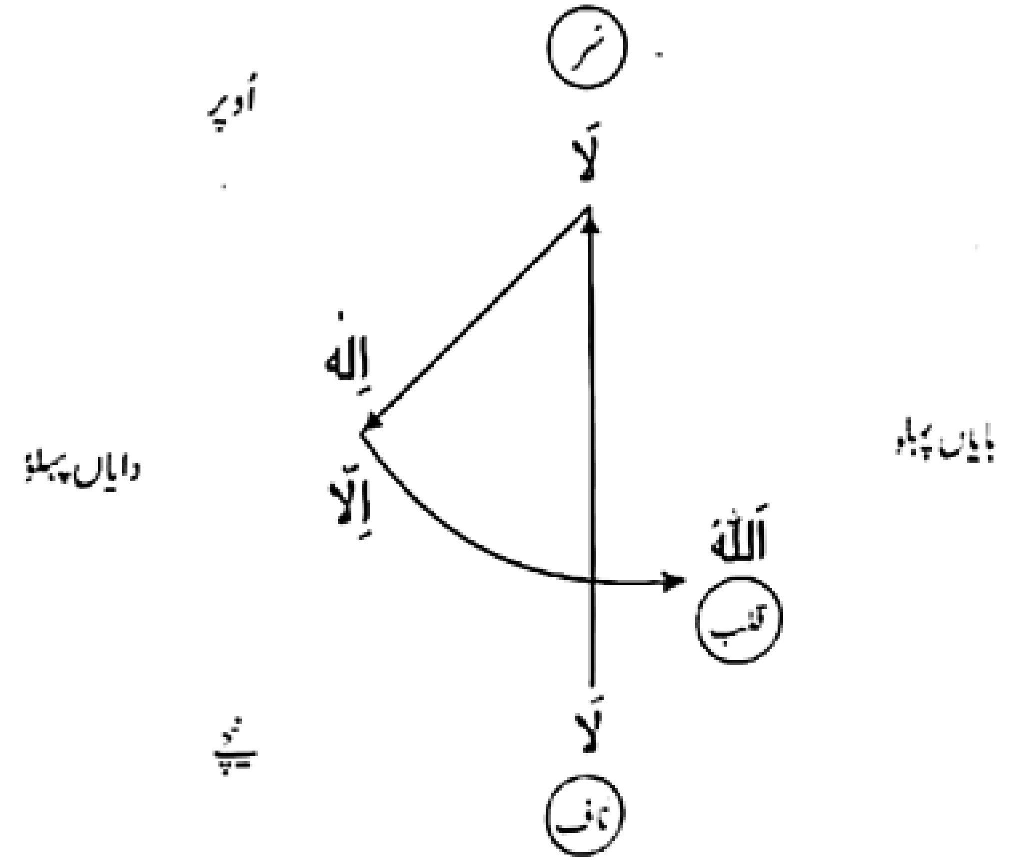

اِبتدائی اَیّام میں سَر کی جُنبش کے ساتھ ذِکر کیا جائے تو فائدہ ہوگا - ذِکر کرنے والا تھک جائے یا شوق میں کمی محسوس کرے تو ملتوی کر دے پھر جب کسی وقت تازہ دَم ہو تو شروع کر دے -

جب نفی اثبات کے اِس ذِکر میں سر کی حرکت اور دِل پر ضرب میں ترّقی محسوس ہو تو سر کی حرکت کو ترک کر دیا جائے تو بہتر ہوگا- پھر دورانِ ذِکر تصوّر ہی تصوّر میں **لَا** کو کھینچے اور دِل پر **اِلَّا اللّٰہ** کی ضرب لگاتا رہے- اور اِسے وقتِ مقرر تک مُتعیّن تعداد میں پڑھنا جاری رکھے ...... کم از کم ایک سو بار اور زیادہ سے زیادہ تین سو یا پانچ سو بار، جیسے سہولت ہو، پڑھنا چاہئے -

نوٹ : یہ ذِکر اِنفرادی طور پر بھی کیا جا سکتا ہے اور با جماعت بھی- جماعت کے ساتھ ہو تو سہولت کی خاطر ایک وقت میں ایک سو بار پر ہی اکتفا کیا جائے -

ذِکر جَلی وخَفی :

اگر با جماعت ذِکر ہے تو ظاہر ہے وہاں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، مبتدی بھی اور مُتوسط بھی وہاں ذِکر جَلی (بلند آواز سے) ضروری ہے -مُبتدی بھی اِنفرادی طور پر کہیں پڑھ رہا ہو تو پھر بھی ذِکرِ جلی یا ذِکرِ جہر ہی مناسب ہے مگر جب ذِکر زبان پر رواں ہو جائے تو پھر زبان ہلائے بغیر منہ بند کر کے بھی ذِکر جاری رکھا جا سکتا ہے اور آخر میں یہی مقصود ہے -

۲- ذِکرِ اِسمِ ذات اَللّٰہ :

اَللّٰہ ..... نفی اِثبات کے بعد صرف اللّٰہ کے نام کا ذِکر کیا جاتا ہے- اِبتدا میں **لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ** کا متعیّن تعداد میں ذِکر کرنے کے بعد اسی قدر اِسمِ ذات اللّٰہ کا ذِکر کیا جائے- حلقے میں با جماعت ذِکر ہو تو ہر حال میں ذِکرِ جلی یا ذِکر جہر (بلند آواز سے) کیا جائے گا- ذِکر کرنے والا اکیلا ہے تو خاموش رہ کر بھی پڑھ سکتا ہے- اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

بیٹھنے کا انداز قبلہ رُخ رہتے ہوئے وہی رہے گا -

لِلّٰہ...... اب اُسی نشست میں اَللّٰہ کا پہلا اَلِف چھوڑ دیں گے اور لِلّٰہ کا ذکر ہوگا - اسی تعداد میں جو پہلے ملحوظ رکھی گئی- **لِلّٰہ** (سب کچھ اللہ کے لئے!)

لَہٗ ...... پھر پہلے لام (ل) کو چھوڑ دیں گے اور اب **لَہٗ** (سب اُسی وحدہٗ لاشریک کے لئے) کا ذکر مذکورہ متعین تعداد میں جاری رہے گا -

ھُو ......اب آخر میں لام (ل) بھی ہٹ گیا اور پیچھے رہ گیا ھُ، جس کو **ھُو** پڑھیں گے اور اس کا ذکر کریں گے اتنی ہی تعداد میں -

ھُو پر یہ ذکر مکمل ہو جاتا ہے- آخر میں **لَا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ** اور درود شریف اور دُعا پڑھ کر ختم کریں گے اور ثواب بحضور سلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ پہنچایا جائے گا -

کَلِمہٗ طَیِّبَہ

لَا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ مُحمَّد رَّسُوْل اللّٰہ

اَللّٰہ

لِلّٰہ

لَہٗ

ھُو

اَللّٰہ

ھُو

ھُوَالحقّ

۳- ذِکر کلمہٗ طیّبہ :

لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

اہمیّت :

کلمہٗ طیبہ کا ذِکر بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اِس میں حضرت مُحمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کا اعلان و اِقرار ہے اور یہ کلمہ صرف مُسلمانوں کو عطا کیا گیا ہے- اِسی لئے حضرت سُلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ نے جا بجا اِس کی فضیلت بیان فرمائی ہے -

کلمے دی گل تداں پیوسے، کلمے دِل جد پھڑیا ھُو
بے دَرداں نوں خبر نہ کوئی، دردمنداں گل مڑھیا ھُو
کُفر اِسلام دی گل پیوسے، ٹُٹن جگر جد وڑیا ھُو
میں قُربان تنہاں توں باھُو! جنہاں کلمہ صحی کر پڑھیا ھُو

۞

کلمے اندر چوداں طبق، کیا جانے خلقت بھولی ھُو

۞

کلمے لکھ کروڑاں تارے، ولی کیتے سے راہیں ھُو
کلمے نال بُجھائے دوزخ اگ بلے ازگائیں ھُو
کلمے نال بہشتے جانا نعمت سنجھ صباحیں ھُو
کلمے جیہی نہ کوئی نعمت باھُو! دوہیں سرائیں ھُو

۞

ذکر کے تین طریقے :

کلمۂ طیبہ کے ذکر کے تین طریقے ہیں - ایک تو وہی جب نفی اثبات دل پر ضرب لگا کر پڑھا جائے اور پھر رُخ کو سامنے کر کے کہا جائے "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" اور تصور کرے کہ یہ نام خلا و فضا اور سارے جہاں میں پھیل رہا ہے - ہر بار نفی اثبات پڑھ کر "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" دُہرایا جائے گا - یہ بھی کم از کم سو بار اور زیادہ سے زیادہ تین سو یا پانچ سو بار -

دوسرا سادہ طریق وہی ہے کہ ضرب کے بغیر کلمۂ طیبہ کا وِرد جاری رکھا جائے اور تسبیح پر مقررہ تعداد میں پڑھا جائے یا بے حد و بے حساب - انشاءاللہ قبول ہوگا - آخر میں درود شریف پر اس کا اختتام ہوگا -

تیسرا طریقہ ... بعض فُقراء کے عمل میں دیکھا گیا کہ وہ روزانہ مقررہ تعداد میں (کم از کم دس بار یا زیادہ سے زیادہ ستر اور سو بار) کاغذ پر لکھتے ہیں پھر کاغذ کو برکت کے لئے سنبھال کر رکھ لیتے ہیں یا رواں پانی میں ڈال کر بہا دیتے ہیں - کلمے کی یہ لکھائی اس طرح اُن کے عمل میں آجاتی ہے کہ جب اُن سے کوئی تعویذ کا مطالبہ کرے تو وہ دس بار کلمۂ طیبہ لکھ کر اُس کے حوالے کر دیتے ہیں - لکھنے میں ترتیب ملحوظ رکھنی چاہئے - یعنی ہر سطر اوپر کی مطابقت کرے - مشق یوں ہوگی - پہلے کلمہ اور نیچے بسم اللہ -

لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰہ

بِسْـمِ اللّٰہِ الـرَّحْـمٰـنِ الـرَّحِیْـمِ

لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰہ

لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰہ

لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰہ

لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰہ

لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰہ

لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰہ

لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰہ

لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰہ

لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰہ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِین - بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن

۴ - پاسِ انفاس :

(سانس کا خیال کر کے ذکر کرنا یا سانس کے ساتھ ذکر جاری کرنا)

ابتدائی ہدایات :

اندازِ نشست کا ہر حال میں خیال رکھنا ہے - ذکر کرنے والا قعدہ کی حالت میں قبلہ رُخ ہو کر بیٹھے یا بڑے سکون کے ساتھ دو زانو ہو کر بیٹھے - جسم میں کسی قسم کی اکڑ نہیں ہونی چاہئے - خاص طور پر کندھے ڈھیلے ہوں اور جبڑا بھی نہ کھنچا ہوا ہو - اور نہ ہی لٹکا ہوا ہو - اگر ان باتوں کا خیال نہ رکھا گیا تو ذکر بوجھ بن جائے گا اور بدن کے اعضا و اجزاء ساتھ نہیں دے سکیں گے - بیٹھنے کے ساتھ پانچ دس بار ہموار سانس لئے جائیں اور پھر ذکر کی ابتدا کی جائے -

نفی اثبات :

سانس کھینچیں تو کہیں "لَا اِلٰـہ" اور سانس خارج کریں تو کہیں "اِلَّا

اللہ '' اِلّا اللہ بہت ہموار انداز میں کہیں ۔

بعض اوقات ایسا بھی کرتے ہیں کہ دس بیس بار تیز سانسوں کے ساتھ ورد کرتے ہیں اور پھر سانس کو متوازن اور ہموار سطح پر لے آتے ہیں ۔ یاد رہے کہ جیسا بھی کریں، مقصود، مطلوب ہموار انداز میں سانس لیتے ہوئے ذکر کرنا ہے ۔

اس کے ساتھ ضرب لگانے کی ضرورت نہیں ۔

پہلے مُقرّرہ تعداد میں سانس کے ساتھ ذکر کیا جائے اور بعد از اں ہر وقت ہر جگہ یا ہر حال میں ۔ اس کی کوئی تخصیص نہیں' البتہ لیٹ کر نہیں !

نوٹ کرنے والی بات یہ بھی ہے کہ سانس اُدھورا یا زیادہ لمبا نہ ہو ۔ سانس اُلٹا سیدھا بھی نہ ہو بلکہ ہر صورت میں مکمل اور ہموار رہنا چاہئے ۔

اَللّٰہُ ھُو :

دوسرا مقبول طریقہ پاس اَنفاس کے ذکر کا '' اَللّٰہ ھُو '' کے ساتھ ہے ۔

سانس لیتے وقت تصوّر میں کہے : '' اَللّٰہ ''

سانس نکالتے وقت تصوّر میں کہے : '' ھُو ''

ہدایات وہی ہیں' سانس چھوٹا نہیں ہونا چاہئے بلکہ متوازن و مکمل اور کسی کو بظاہر پتہ بھی نہ چلے ۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ نے پاس اَنفاس کے ذکر کو '' ذکرِ نفسِ انفاس '' کہا ہے ۔ فرمایا :

نگہدار دم را کہ عالم دمے ست

دمے پیش دانا بہ از عالمے ست

(عین الفقر ۔ صفحہ ۱۶)

(سانس کا خیال رکھو کہ یہ جہان سانس کے ساتھ قائم ہے ۔ سانس عقلمند کے لئے ایک جہان سے بہتر ہے)

ذکرِ پاسِ اَنفاس کا کمال یہ ہوگا کہ یہ غیر ارادی اور غیر شعوری طور پر سانس کے ساتھ جاری ہو جائے ۔ جب ذاکر کسی کے ساتھ بات کر رہا ہوگا یا کسی ایسے کام میں مصروف ہوگا جو توجہ کا مُتقاضی ہے تو پھر یہ ذکر شعور کی کسی گہری سطح پر چلا جائے گا اور جب بندہ فارغ ہوگا تو پھر شعوری سطح پر اُبھر کر سانس کے ساتھ جاری ہو جائے گا ۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ جب بندہ کوئی اور کام کر رہا تھا یا سو رہا تھا تب بھی شعور کی کسی نامعلوم سطح پر یہ ذکر جاری تھا ۔

۵ ۔ حَبسِ دَم : (سانس کو روک کر ذکر کرنا)

فضائل : اگرچہ اس ذکر میں بہت احتیاط ملحوظ رکھنی پڑتی ہے مگر اس کے فضائل بھی بہت ہیں ۔

حضرت سُلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ فرماتے ہیں :-

'' حَبسِ دَم سے اَنبیاء و اَولیاء کی ہر ایک رُوح سے ملاقات ہوتی ہے نیز چالیس اَبدالوں کی مُلاقات نصیب ہوتی ہے ۔

حَبسِ دَم کے سبب مُردہ و زندہ سارے غوث و قطب، فقیر اور درویش ملاقات کرتے ہیں ۔

حَبسِ دَم سے سارے فرشتے خاص کر جبرائیل علیہ السّلام حاضر ہوتے ہیں اور الہام و پیغام پہنچاتے ہیں ۔

حَبسِ دَم سے صُورِ اسرافیل پھونکی جاسکتی ہے ۔ جس مُلک کو حَبسِ دَم والا برباد کرنا چاہئے' حَبسِ دَم کر کے اسرافیل (علیہ السّلام) کی کرنا پر پھونکے تو وہ مُلک اس طرح برباد ہو جائے گا کہ قیامت تک آباد نہیں ہوگا اور اگر حَبسِ دَم کر کے عزرائیل (علیہ السّلام) سے لب بہ لب اور دہن بہ دہن ہو کر پھونکے تو دشمن فی الفور ہلاک ہو جائے نیز اپنے نفس کے حاضرات کے

وسیلے دوسروں سے ہم کلام ہو سکتا ہے' ملاقات کر سکتا ہے اور احوال معلوم کر سکتا ہے۔''

(عقل بیدار۔ ص: ۱۴۷)

شرائط : اب تک جن اذکار کا ذکر ہوا ہے' اُن میں اس قدر کسی رہبر کی ضرورت نہیں جتنی حبسِ دَم کے ذکر میں چاہئے۔

حبسِ دَم کے ساتھ ذکر وہ بندہ کرے :

۱ جسے سانس کی کوئی بیماری نہ ہو

۲ جس کو پھیپھڑوں کا مرض لاحق نہ ہو

۳ جو سانس روکنے میں کوئی دِقت محسوس نہ کرتا ہو

۴ جو بلڈ پریشر کا مریض نہ ہو

۵ جو کسی بیماری سے اُٹھا ہو اور کمزور نہ ہو

۶ جس کا دماغی نظام دُرست نہ ہو وغیرہ وغیرہ

طریقہ :

طریقہ آسان ہے قبلہ رُخ ہو کر پُشت سیدھی رکھتے ہوئے بصورت قعدہ یا دو زانو ہو کر بیٹھے۔ تصور میں اپنے شیخ یا اگر شیخ نہ ہو تو حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ کی قبر مبارک کو تصور میں رکھے یعنی خیال کرے گویا اُن کے سامنے بیٹھا ہے ۔

نفی اثبات : منہ بند رکھے اور سانس کو ناک کے ذریعے آرام سے کھینچے جہاں تک باسانی اوپر لے جا سکتا ہے اور پھر نفی اثبات کا ذکر شروع کرے۔ چاہے تو ابتدائی مشق کے دنوں میں سر کی جنبش اور دل کی ضرب کا اہتمام کرے۔ یعنی سر نیچے کر کے **لا** کو ناف سے سر کی چوٹی کی طرف لے جائے [illegible] جاتا ہے [illegible] **اِلٰہ** اور دل کی جانب ال پر ضرب [illegible] **اِلَّا اللہ** [illegible] (۱۱) مرتبہ [illegible]

کیا جائے، پھر یہ تعداد اکیس (۲۱) مرتبہ تک بڑھائی جا سکتی ہے۔ آگے ہمت ہو تو اکتیس (۳۱) مرتبہ تک چلا جائے آخر میں اکتالیس (۴۱) مرتبہ تک تعداد بڑھ سکتی ہے۔ اس سے زیادہ مناسب نہیں' جب مطلوبہ تعداد ختم کرے تو ذاکر کو آہستہ آہستہ سانس واپس لانا چاہئے اور آخر میں تصوّر ہی تصوّر میں سامنے رُخ کر کے **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ** کہنا چاہئے۔

ایک ہی نشست میں مطلوبہ تعداد میں یہ ذکر دو تین بار کیا جا سکتا ہے ۔

یہاں بھی اگر بغیر سَر ہلائے ذکر کیا جا سکتا ہے تو کوئی ضروری نہیں ' سَر ہلا کر یا کسی اور حرکت کے بغیر ذکر جاری رکھا جا سکتا ہے۔

اَللہُ ھُو : حبسِ دَم کے ساتھ اللہ ھُو کا ذکر بھی کیا جا سکتا ہے۔ سانس روک کر سَر کو اُوپر اُٹھا کر کہے **اَللہ** پھر نیچے لائے تو کہے **ھُـــو**، اس کی تعداد بھی آہستہ آہستہ آگے بڑھانی چاہئے بعد میں سَر کا اُٹھانا اور نیچے لانا بھی ترک کیا جا سکتا ہے ۔

اِحتیاط : حبسِ دَم کے ذکر کے ساتھ بدن میں ایک گونہ گرمی سی پیدا ہو جاتی ہے (بلکہ عام طور پر ہر ذکر کے بعد کچھ نہ کچھ گرمی محسوس ہوتی ہے) اس کے فوراً بعد پیاس محسوس ہو سکتی ہے۔ پانی مت پئیں۔ ذکر سے فارغ ہو کر کچھ دیر چلنے پھرنے کے بعد پانی پی لیں ۔

اسی طرح پیٹ بھرا ہو تب بھی یہ ذکر مت کریں ورنہ ذہنی وجسمانی نقصان کا اندیشہ ہے۔

حبسِ دَم کا فائدہ : ویسے تو ہر ذکر کی کثرت سے توجہ میں مرکزیت پیدا ہو جاتی ہے جو بعد میں دینی و دنیاوی کاموں میں بہت مدد دیتی ہے مگر حبسِ دَم کے ذکر کرنے والے بندے میں توجہ بہت جلد قوت پا لیتی ہے اور بعض اوقات اُسے معلوم بھی نہیں ہوتا مگر یہ قوت اُس کے خیالوں اور جذبوں کے ساتھ کام کرنے لگتی ہے۔ ایسے میں آدمی کو اپنے خیالوں اور جذبوں کی حفاظت کرنی پڑتی ہے' ورنہ نفع نقصان دونوں ہو سکتے ہیں ۔

اقسامِ ذِکر :

۱- ذِکرِ زبانی : ہر وہ ذِکر جو زبان کے ساتھ کیا جائے، وہ ذکرِ زبانی ہے۔ خاص طور پر لمبی عبارتوں کے اذکار جیسے تلاوت، درود شریف، استغفار اور اَوراد زبان سے ہی کئے جاسکتے ہیں ۔

فرمایا : ''زبانی ذاکر سَیف زبان ہوجاتا ہے ۔''

۲- ذِکرِ قلبی : خواہ زبان کے ساتھ ذکر کریں مگر توجہ بائیں پہلو کے ساتھ دِل پر رہے تو یہ قلبی ذکر ہے ۔

یہی قلب یا دل جو ایک عُضو ہے' اس کے اندر ایک قوت ہے جو ذکر کے ساتھ جاگ اُٹھتی ہے۔ بعض درویش دل کی دھڑکن کو اس قوت کے جاگنے کی علامت سمجھ لیتے ہیں' ایسا نہیں ہے۔ دل کی زوروں کی دھڑکن تو بیماری ہے، ذِکرِ قلبی کی ظاہری و باطنی تاثیر تو یہ ہے کہ دل عام صحت مند آدمی کی طرح دھڑکتا رہے اور ذکر اس میں جاری ہوجائے ۔

ذکرِ قلبی کرنے والا کبھی دل کی بیماری سے نہیں مرتا، بشرطیکہ دل کو وہ بہت خوراک کھا کر اور جسم پہ چربی چڑھا کر نہ ستاتا رہا ہو ۔ فرمایا :

''قلبی ذاکر کے دل میں محبت الٰہی کا داغ ہوجاتا ہے۔ زندگی اور موت میں ہرگز نہیں مرتا۔''

۳- ذکرِ رُوحی : صوفیوں اور فقیروں نے جسم کے اندرون میں کئی ایسے مراکز تلاش کر لئے جہاں خفیہ قوتیں موجود ہوتی ہیں۔ ان کو باتوجہ ذکر کے ساتھ جگایا جاسکتا ہے۔ وہ آگے رُوحانیت کے حصول میں معاون ہوتی ہیں' ان کو لطائف کہا جاتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین نے بھی ان کا ذکر فرمایا ہے ۔

مشہور مقامات لطائف یہ ہیں ۔

لَطائف :

نَفس — ناف

قَلب — دِل سینے کے بائیں پہلو میں

رُوح — سینے کے دائیں پہلو میں

سِر — سینہ کے درمیان

خفی — پیشانی

اَخفیٰ — اُم الدِ ماغ ۔ مغز کے درمیان

ان لطائف کے مذکورہ مواضعات میں اختلاف ہوسکتا ہے مگر ان مقامات کی خفیہ قوتوں کے بارے میں سب متفق ہیں ۔

ذِکرِ رُوحی یہ ہے کہ ذکر کرتے ہوئے' اس مقام کے اندرون کے تصوّر کے ساتھ کلمات دُہرائے جائیں یعنی جیسے دِل پر ضرب لگاتے تھے اب اس مقام پر زور ہوگا ۔ کچھ عرصے کے بعد وہاں ایک خاص رنگ میں روشنی ظاہر ہوگی۔ یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ ایک قوت یہاں بیدار ہوگئی ہے ۔ فرمایا : ''رُوحی ذاکر ہمیشہ اَرواحِ اَنبیاء و اَولیاء کا ہم مجلس رہتا ہے۔ اُسے نفسانی مجلس اچھی نہیں لگتی ۔''

رُوشنی نظر نہ بھی آئے تو یہ کیفیت ذِکرِ رُوحی کی کارفرمائی کی علامت ہے ۔

نقشِ لطائف :

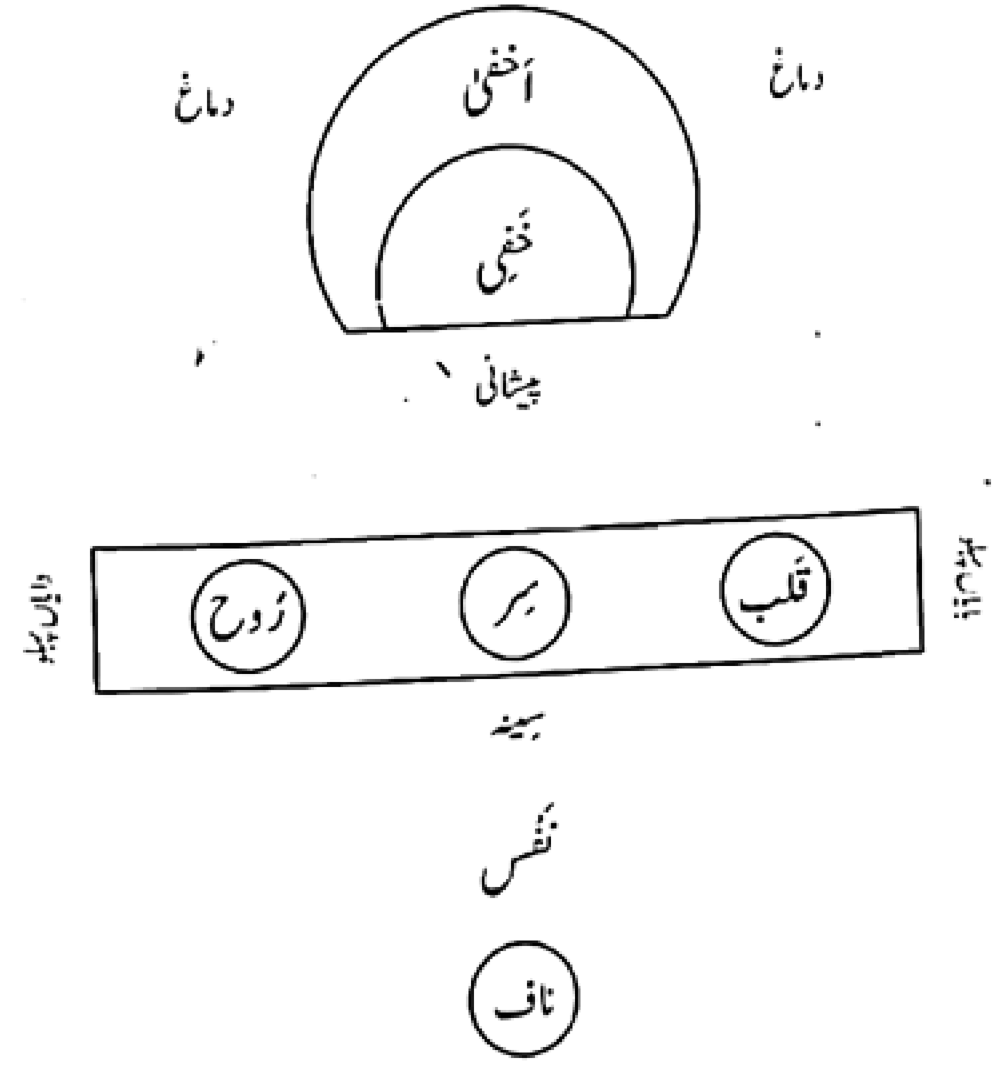

لطائف: رُوحانی قوتوں کے باطنی مراکز

۴- ذکرِ سرّی: سینے کے درمیان سرّ کا مقام ہے یہ رُوح سے بڑھ کر ایک خفیہ طاقت کا موضع ہے- اس پر توجہ مرکوز کر کے ذکر کیا جائے تو رُوحانیت میں اس کے ثمرات علم و معرفت ہیں جو الہام و القاء کے ذریعہ ظاہر ہوتے ہیں- فرمایا :

''سرّی ذاکر پر ظاہری و باطنی تجلیات کے مشاہدے باران رحمت کے قطروں کی طرح برستے ہیں -''

ذکرِ خفی و اخفیٰ: پیشانی اور دماغ پر توجہ کر کے ذکر کیا جائے تو آدمی کا سارا وجود ذاکر ہو جاتا ہے-

یہ اُرفع اللہ سے بھی آگے ''معارف'' کا مقام ہے- ذاکر پہلے اگر سونا تھا تو اب کندن بن جاتا ہے-

''جب طالبِ اللہ اِس مقام پر پہنچتا ہے تو اُس کا نَفس، قلب اور رُوح سبھی ذکرِ سُلطانی میں مشغول ہو جاتے ہیں- اِسی کو ذکرِ سُلطانی کہتے ہیں .... اِس مقام میں نفس، قلب، رُوح اور سرّ ایک ہو جاتا ہے- اسی کو توحیدِ مُطلق کہتے ہیں -'' (جامع الاسرار- صفحہ: ۲۷)

ایسا ذاکر فقر کی منزل میں آ جاتا ہے اور لایحتاج ہو کر کسی بات کا محتاج نہیں رہتا-

مراحلِ ذِکر :

ذِکر میں کئی مراحل آتے ہیں اور ذِکر کرنے والے کو اِن سے باخبر رہنا چاہئے کہ وہ اِن کی کہیں غلط تعبیر نہ کرتا رہے- حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرّہٗ نے چار مرحلوں کا ذکر فرمایا ہے-

۱- ذِکرِ زوال: جب اللہ کا طالب ذِکر شروع کرتا ہے تو اُس کی شہرت ہو جاتی ہے، لوگ اس کے پاس آنے لگتے ہیں، ایسے میں وہ کچھ بڑائی محسوس کر سکتا ہے- اگر اُس نے اپنے تئیں لوگوں سے برتر سمجھا تو شیطان کا مقصد پورا ہو گیا لیکن اگر وہ ذِکر جاری رکھتا ہے اور عجز و انکسار کیساتھ ذکر میں آگے تک بڑھ جاتا ہے تو شیطان دوسرا حربہ استعمال کرتا ہے- لوگ اُس سے دُور ہو جاتے ہیں اور کچھ معاشی و معاشرتی مُشکلات بھی پیش آ سکتی ہیں- اگر پریشان ہوا اور ذِکر کے بارے میں شک کرنے لگا تو شیطان پھر کامیاب ہو گیا لیکن اگر وہ اُستغفار کرتا رہا اور آگے بڑھتا گیا تو ایک مقام پر اللہ سے اُس کا ملاپ ہو جائے گا- فرمایا : ''پس وہی صادق مُرید ہوتا ہے جو کہ حال پر قائم رہ کر انتہا کو پہنچ جائے اور معرفتِ خداوندی کا وصال حاصل کرے-''

۲- ذکرِ کما[illegible] سے عہدہ برا ہو کر آگے نکل گیا

تو اُس نے کمال کی حدوں کو چھولیا- اس مرحلے کی سُلطان صاحب قدس اللہ سرہٗ نے نشاندہی فرمائی ہے کہ یہاں اُس کی طرف ''ملائکہ کا رجوع ہوتا ہے- جب ذکر کمال ختم ہوتا ہے تو ملائکہ کے لشکر در لشکر اور کراماً کاتبین نیکی و بدی کا اِلہام دیتے رہتے ہیں اور معصیت سے باز رکھتے ہیں-''

۳- ذِکرِ وِصال: ذکر جاری رہے تو پھر ایک موقع پر ''انبیاءِ کرام، اولیاءِ عظام کی مجلس کا وِصالِ باطنی ہوتا ہے- جب وصال باطنی ہوجائے تو یہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے-''

۴- ذِکرِ احوال: ذاکر یہاں مذکور سے جا ملتا ہے، اسم اور جسم ایک ہو جاتا ہے- یہاں سے فقیری کے احوال و مقامات شروع ہوتے ہیں- ''تجلیات حاصل ہوتی ہیں اور فنا فی اللہ و بقا باللہ کے مراتب حاصل ہوتے ہیں- جب ان چاروں سے گزر جائے تو پھر مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لائق ہوتا ہے-''

ثابت صِدق تے قدم اُگیرے تاں ای رَبّ لبھیوے ھُو
لُوں لُوں دے وِچ ذِکر اِلٰہ دا ہر دَم پیا سُنیوے ھُو
ظاہر باطن عین عیانی ھُو ھُو پیا سُنیوے ھُو
نام فقیر تنہاندا باھُوؒ! قبر جنہاں دی جیوے ھُو

(ابیات)

تیسرا باب

مُراقبات

مُراقبہ کیا ہے؟

''مُراقبہ کیا ہے اور مراقبہ سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

مراقبہ نام ہے رکاوٹوں کو دُور کرنے اور خدا تعالیٰ کی وحدت تک پہنچانے کا

''مُراقبہ خدا کی محبّت کا نام ہے''

اور

''یہ مقام حیّ قیوم لازوال میں اِستغراق کا رہنما ہے۔''

''مراقبہ ایسا ہونا چاہئے کہ جیسے رات کی تاریکی سے سورج نکل آئے اور زمین و آسمان ایک سرے سے دوسرے سرے تک روشن ہو جائیں جیسے تاروں کے درمیان چاند۔''

''صاحب مراقبہ جب آنکھ کھولتا ہے تو اللہ کے سوا سب کچھ جل جاتا ہے۔کسی چیز کا حجاب نہیں رہتا۔'' (عین الفقر)

''مراقبہ پیغام حضور ہے اور اہل مراقبہ مغفور ہے۔قال علیہ السّلام: اے علی! اپنی آنکھیں بند کرلے اور اپنے دل میں **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ** سُن!''

''جو شخص مراقبہ میں کمالیت کو پہنچ جاتا ہے اُسے آنکھیں بند کرنے کی حاجت نہیں رہتی، جیسے غواص پانی میں غوطہ لگائے اور پانی میں سب پانی دیکھے۔''

''مرا ز پیر طریقت نصیحتے یاد است
کہ غیر یاد خدا ہر چہ ہست برباد است

یعنی مجھے پیر طریقت کی ایک نصیحت یاد ہے کہ خدا کی یاد کے سوا جو کچھ ہے برباد ہے۔''
(ایضاً)

مُراقبہ دراصل دل کی نگرانی کا نام ہے یعنی اوہام، وساوس خیالات اور ذہنی و نفسانی اور شیطانی ترغیبات سے دِل کی حفاظت کی جائے۔ (جامع الاسرار۔ص:۳۲)

سُلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ فرماتے ہیں کہ مراقبہ میں رُوحانی بھید کُھلتے ہیں۔یہ انسان کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے .... مراقبہ بندے کو مادی جہان سے اوپر لے جاتا ہے، ایسا بندہ عارف باللہ ہو جاتا ہے۔''نفس اور شیطان پر غالب آتا ہے اور اُن پر قادر ہو جاتا ہے...... ایسا شخص ظاہر میں سب لوگوں سے گفتگو کرتا ہے اور باطن میں مراقبہ کرتا ہے'' (شمس العارفین۔ص:۳۸)

اندازِ نشست:

مُراقبہ میں اَندازِ نشست کو خاص طور پر ملحوظ رکھنا ہوگا۔قبلہ کی جانب رُخ کر کے قعدہ کی حالت میں یا دوزانو ہو کر بیٹھا جائے جب کہ پُشت سیدھی ہو، سر نہ جھکا ہوا ہو اور نہ اوپر کی طرف اُٹھا ہو۔ٹھوڑی کندھوں کی سیدھ میں ہو۔

شرائط وہی ہیں جن کا ذِکر کے سلسلہ میں خیال رکھا جاتا ہے، جیسے باوضو، کپڑے صاف، جگہ پاک، ذہنی حالت پُرسکون، جسم ڈھیلا، آنکھیں نیم وا وغیرہ۔

آنکھیں بند کریں گے تو نیند آجائے گی اور درمیان میں سو جائیں گے تو پتہ بھی نہیں چلے گا لہٰذا آنکھیں اَدھ کُھلی رکھنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔

وقت مقرّر ہونا چاہئے۔اگر اَذکار مختصر ہوں تو بے شک ذِکر کے بعد مُراقبہ کرلیں لیکن اگر اَذکار طویل ہیں مثلاً ایک گھنٹے سے زائد تو پھر مراقبہ کے لئے کوئی الگ وقت متعیّن کرنا پڑے گا۔نمازِ فجر کے بعد، عصر اور مغرب کے درمیان یا مغرب اور عشاء کے درمیان۔عشاء کے بعد وقت رکھیں گے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تکان اور نیند کا غلبہ ہو جائے۔بہرصورت فارغ وقت کا سوچ لیا جائے یعنی جب باہر سے کسی خلل یا دخل کا اندیشہ نہ ہو۔

مُراقبہ کے لئے موزوں مقامات:

ذکر کی طرح [illegible] جگہیں مفید اور معاون ہو سکتی ہیں۔

۱- کسی غالب الاولیاء کا مزار

۲- فرض نماز کے بعد مسجد کا کوئی کونا۔

۳- پہاڑ یا جنگل میں کوئی جگہ یا ندی کے کنارے، جہاں لوگوں کی آمدورفت نہ ہو۔

۴- روزانہ عمل کے لئے گھر میں کوئی حجرہ یا کسی کمرے کا کوئی پُرسکون کونا۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ نے کچھ اہم مراقبات کی ہدایت فرمائی ہے۔ یہ ابتدا میں بھی ویسے ہی لازم ہیں جیسے اِنتہا میں۔

۱- فَنافی الشَّیخ، فَنافی الرَّسُول اور فَنافی اللہ :

اگرچہ ان کو عام مُروّجہ مفہوم میں مراقبہ نہیں کیا جا سکتا مگر باقاعدہ برمحل مراقبہ کے دوران میں یا اُس کے بعد ان کی اِس قدر اہمیت ہے کہ اِن کو مُراقبے کی صورت و کیفیت سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

ا۔ فنافی الشَّیخ: مُرشدِ کامل ایک ایسا رُوحانی اُستاد ہوتا ہے جو دوسرے علوم کے اساتذہ سے الگ مقام اور حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں طالبِ حق کو اُس کی مکمل پیروی کرنی پڑتی ہے، اُس کے ظاہری اعمال سے لے کر اُس کے باطنی اَشغال تک۔ ایسا ممکن نہیں ہو سکتا جب تک کہ طالب اور مُرشد کے درمیان مکمل اتحاد نہ ہو۔ طالب کا شوق اور اُستاد کے ساتھ اُس کا تعلق اور رابطہ اِس اتحاد کو اِس قدر مضبوط کرتا ہے کہ اس کا ظاہر و باطن مرشد کے تابع ہو جاتا ہے۔ ایک بیت میں فرمایا:

آپ سمجھ سمجھیندا باھُو "آپ" آپ بن جاندا ھُو

(باھُو! وہ خود ہی سمجھاتا ہے اور خود ہی سمجھتا ہے، انجام کار وہ خود ہی "میں آپ" بن جاتا ہے۔

تصوّرِ شیخ :

جب طالبِ حق مراقبے کے لئے بیٹھنے لگے تو اپنے مُرشد کو یاد کرے، اُس کی صورت کو سامنے

مُتصوّر کرے اور پھر اُس کی شخصیت کے تصوّر کو اپنے اوپر اِس طرح طاری کر لے کہ گویا وہ خود نہیں بلکہ اُس کی صورت میں مُرشد بیٹھا ہے۔

فرمایا: "شیخ حضوری کا نام ہے اور دوامِ حضور ہے...... شیخ کا مذکورہ تصوّر ایسا ہے کہ اُس کی صُورت کا تصوّر ہر حال میں لازوال خزانے بخشتا ہے، جو کوئی صورتِ شیخ میں مُبدل ہو جائے، روشن ضمیر ہو جاتا ہے...... شیخ کے ہاتھوں میں وہ ذُوالفقار کی طرح ہے جو مُوذی کافروں کو قتل کرتی ہے۔ باطل بدعت سے استغفار...... جب شیخ کا تصوّر، صورت بصورت ایک وجود ہو کر **قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَد** " پڑھتا ہے تو پھر شیخ کی صورت، طالب مُرید کو ہر مطلب اور جس منزل اور مرتبے پر چاہتی ہے، پہنچا دیتی ہے...... حسبی ترک توکّل میں اُس کا جسم، شیخ کے جسم کے ساتھ ہوتا ہے...... اسم، اسم کے ساتھ، قلب، شیخ کے قلب کے ساتھ، دِل شیخ کے دِل کے ساتھ، رُوح شیخ کی رُوح کے ساتھ، دم شیخ کے دم کے ساتھ اور قدم شیخ کے قدم کے ساتھ......" (کشف الاسرار)

اِس سے کسی کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ شیخ نعوذ باللہ ایک بُت بن جاتا ہے۔ اصل میں نفسیاتی اور رُوحانی نقطۂ نظر سے شیخ ایک نُور اور ایک مُتحرّک قوّت بن کر مُرید کے باطن میں جاگزیں ہوتا ہے اور اس کی توجّہ اور برکت سے سب کام صحیح ہو جاتے ہیں۔

مُراقبے کے وقت خاص طور پر اور بعد ازاں عام طور پر شیخ کا تصوّر قائم رہنا چاہئے۔

اس اثناء میں طالبِ حق کو معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے لئے شیخ، محض ایک مثال ہے، ایک اور ہستی کی، جو اُس سے آگے اور اُوپر ہے۔ اُس وقت بھی جب مُرید یا طالب کے وجود پر تصوّرِ شیخ کا پُورا غلبہ ہوتا ہے، مُرید کے ذہن کے گوشے گوشے میں مُحمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نُورانی شخصیت کا عکس منعکس رہتا ہے۔ شیخ کا تصوّر مکمل ہوتا ہے تو اُسی کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم کا سُورج طلوع ہوتا ہے۔

ب- فنافی الرَّسُول: اب شیخ مُرید پر یہ حقیقت اپنی ظاہری و باطنی توجہ سے واضح کر دیتا

ہے کہ وہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محض ایک نمائندہ ہے۔

حضوری: اصل کامل نمونہ تو انہی کی ذاتِ اقدس ہے۔ اب ظاہری طور پر مرید شریعت کی پوری پیروی کرتا ہے اور ہر لمحے کوئی بھی کام کرتے ہوئے شیخ کی معیت کا خیال رکھ کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصوّر یوں کرتا ہے گویا وہ اُسے دیکھ رہے ہیں اور وہ اُن کی نگاہوں میں ہے۔ بڑھتے بڑھتے یہ ایک حضوری کی کیفیت ہو جاتی ہے، ترقی کرتی ہے تو یہی مقام فنافی الرسول ہے۔

ج۔ فنا فی اللہ: فنافی الرسول کے مقام پر اصل مقصود منکشف ہوتا ہے۔ (یہ انکشاف بھی فی الواقع نیا نہیں ہوتا بلکہ فنافی الشیخ اور فنافی الرسول کے ظاہر و پنہاں کے ساتھ متعلق ہوتا ہے) اور یہی اصل مقصود ہے: اِلٰهِی اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَ رِضَاءُكَ مَطْلُوْبِیْ (اے اللہ! تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا ہی مجھے مطلوب ہے۔)

اب مرید پر یہ بات کھلتی ہے کہ ستارے اور چاند سارے سورج کی طرف اشارہ کرتا تھے۔ اللہ کی ذات ارفع و اعلیٰ ذات ہے اور سارے جہان اُس کے اندر ہیں۔ جب یہ بات اُس پر [illegible] کھلتی ہے تو پھر خود فقیر کی مثال جہان میں سورج کی طرح ہو جاتی ہے، جس کی روشنی اور حرارت سے سب مخلوق زندہ ہے۔

مندرجہ بالا مراقبات اس شغل و معرفت تک پہنچنے کے اہم ذرائع ہیں۔

ارشاداتِ حضرت سلطان باھو:

تصورِ شیخ کے بارے میں فرمایا: ''تصورِ شیخ کی زیادتی سے وجود میں ایک نورانی صورت پیدا ہوتی ہے۔ وہ صورت معرفتی نکات بیان کرتی ہے کہ قرآن حدیث فقہ فرض سنت واجب مستحب [illegible] وہ صورت [illegible] فرق ہوتی ہے تو اس صورت کے وجود سے [illegible] ہے سرّ ھو، سرّ ھو، ھو الحق لیس فی الدارین الا ھو اور بھی وہ صورت

زمانہ گزشتہ زمانہ حال اور زمانہ مستقبل کے حالات ایک ایک کر کے ظاہر کرتی ہے۔ اکثر وہ صورت اپنے تئیں دن رات، نماز طاعت اور بندگی سے فارغ نہیں رکھتی اور ہمیشہ وہ صورت شرع کی پابند رہتی ہے اور کبھی بھول کر بھی خلافِ شرع کام اُس سے ہو تو ہو ورنہ کبھی کفر یا شرک یا بدعت کا کلمہ اُس سے ظاہر نہیں ہوتا اور کبھی وہ صورت معاملات میں نفس کا محاسبہ کر لیتی ہے اور نفس کو کہتی ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ''

فنافی الرسول کے بارے میں: ''اور فنافی الرسول یہ ہے کہ جس وقت اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ پاک بمع اصحابِ کبار رضوان اللہ علیہم بڑی مہربانی کے ساتھ تشریف فرما ہوتی ہے اور صاحبِ تصوّر کو فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ پکڑو! آپ کا دستِ مبارک پکڑتے ہی اُسے معرفتِ الٰہی نصیب ہوتی ہے اور روشن ضمیر ہو جاتا ہے اور ارشاد کے لائق ہو جاتا ہے۔''

فنافی اللہ کے بارے میں: ''مقام فنافی اللہ سے مراد یہ ہے کہ جو اسم اللہ کا تصوّر کرے تو اسم اللہ کی تاثیر سے اِلَّا اللّٰه کی معرفت بخشتی ہے اور غیر حق کو اس کے دل سے دور کرتی ہے۔ جو اس مقام پر پہنچتا ہے وہ توحید معرفتِ الٰہی کے دریا سے پانی پیتا ہے اور شریعت کا لباس سر سے پاؤں تک پہنتا ہے اور شرعی احکام بجالاتا ہے اور جو بال بھر بھی معرفتِ الٰہی کو دیکھتا ہے اُسے جاہل کے روبرو بیان نہیں کرتا اور نہ جوش و خروش کرتا ہے اور ڈینگیں نہیں مارتا۔''

(شمس العارفین۔ ص: ۵۰-۴۹)

۲۔ تَصَوُّرِ اِسمِ اَللّٰہ ذَات:

حضرت سلطان العارفین کے سلوک فقر میں سب سے اہم مراقبہ تصوّرِ اسم ذات ہے۔

فضائل: فرمایا: ''اعمال ظاہری کا سلوک بمنزلہ چراغ ہے اور اسم ذات اللہ کے [illegible] بمنزلہ آفتاب ہے۔ جب نورِ توحید کی تجلی کا آفتاب نکلتا ہے تو تمام قلب روشن

جاتا ہے اور جب لوحِ دل پر اسم اللہ ذات چمکتا ہے تو اُسے معرفتِ الٰہی حاصل ہونی شروع ہو جاتی ہے پھر اُسے سارے علوم، مقام حیی و قیوم معرفت اور توحید سب کچھ روشن دکھائی دیتا ہے۔ جو کچھ لوح محفوظ پر لکھا ہوتا ہے وہ سمجھ میں آ جاتا ہے کیونکہ لوح ضمیر رُونما آئینہ کی طرح ہو جاتی ہے۔" (کلید التوحید کلاں۔ص:۳۵)

نیز فرمایا : "جو کوئی شخص اسم اللہ پر نظر رکھے وہ ہمیشہ اللہ کی رحمت کے مدِ نظر رہتا ہے۔ اسم اللہ کا تصور کرنے والا اگر بظاہر فسق و فجور میں بھی مبتلا ہو جائے تو اسم اللہ کی برکت سے اُس کا وجود پاک ہو جاتا ہے اور وہ مرنے کے وقت تائب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ** یعنی اللہ محبت کرتا ہے توبہ کرنے والوں سے اور محبت کرتا ہے ستھرے لوگوں سے۔ (رسالہ روحی خرد۔ص:۱۹)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ کے سلوکِ فقر میں یہ سب سے اہم مراقبہ ہے۔ یہ سب امراض کا علاج اور سب سے زیادہ مؤثر طاقت بخش دوا ہے۔ اگر کسی شخص کا ارکانِ دین کی ادائیگی میں دل نہ لگتا ہو، ذکر کی طرف طبیعت مائل نہ ہوتی ہو مگر روحانی ترقی کا خواہشمند بھی ہو تو اسے تصورِ اسم اللہ ذات کا مراقبہ کرنا چاہئے۔

مبتدی کے لئے تین مرحلے: مبتدی کو مشق کے تین مرحلے ملحوظ رکھنے چاہئیں۔ پہلا مرحلہ نقش اسم اللہ کو دیکھنے کا ہے۔ دوسرا آنکھیں بند کر کے کچھ دیر کے لئے توقف کا اور تیسرا دل میں نقش ٹھہرانے اور اسے دیکھنے کا۔

شروع میں وقت مقرر کر دیا جائے۔ جب یہ تعین بھی ہو جائے تو مراقبہ کرنے والا سامنے کسی دیوار وغیرہ پر نقش اس طرح آویزاں کرے کہ اس کی آنکھوں اور نقش کے درمیان فاصلہ چار یا پانچ فٹ ہو اور نظر اور نقش کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو یعنی بالکل نظر کے بالمقابل ہو۔ جو لوگ زمین پر بیٹھ کر نقش کو کتاب کی طرح ہتھیلی پر سامنے رکھ لیتے ہیں اور

اُلٹے سیدھے بیٹھ کر اُس پر نظر جمائے دیکھتے رہتے ہیں۔ اس طرح دیکھنے اور بیٹھنے سے نیند، تکان اور اُکتاہٹ کا اندیشہ ہے اور دوسرے توجہ شعور کی ساری قوتوں کے ساتھ مرکوز نہ ہو سکے گی۔ لہٰذا نشست کے انداز (قعدہ کی حالت میں جبکہ ریڑھ کی ہڈی سیدھی رہے) اور نقش کے فاصلے کو صحیح کر لینا چاہئے۔

حصار کے لئے کلمات: اب حصار کے لئے یہ کلمات پڑھے جائیں اور خاتمے پر انہیں اپنے سینے اور جسم پر پھونک دیا جائے۔

"تعوذ و تسمیہ	تین بار
درود شریف	تین بار
آیۃ الکرسی	تین بار
سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ	تین بار
چاروں قل	تین بار
سورۃ فاتحہ	تین بار
استغفار	تین بار
کلمہ تمجید	تین بار
کلمہ طیبہ	تین بار

پڑھتے ہوئے اسم اللہ ذات اور اسم **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** پر نظر رکھے۔ (مجالسۃ النبی)

ایسا کرنے کے بعد نظر نقش پر جما دی جائے۔ عام طور پر جو نقش دستیاب ہیں اُن پر دل کی شکل بنی ہوتی ہے اور سنہرے یا سفید رنگ میں اللہ لکھا ہوتا ہے۔ دل کی زمین سرخ یا سیاہ ہوتی ہے لیکن بہر صورت جو کچھ بھی ہو صحیح سائز کے نقش کی دستیابی اولیں ضرورت ہے۔ کارڈ کا سائز

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں ''مرشدِ کامل خوشخط اسم اللہ ذات لکھ کر طالب کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور اُسے کہتا ہے کہ اے طالب! اسم اللہ ذات دل پر لکھ اور اس کا نقش جما۔ جب طالب اسم اللہ ذات دِل پر تصوّر سے لکھ لیتا ہے اور اُس کا نقش قائم ہو جاتا ہے تو مُرشد طالب کو توجہ دے کر کہتا ہے کہ اے طالب! اسم اللہ کو اب دیکھ چنانچہ اس وقت اسم اللہ ذات آفتاب کی طرح تجلّیٔ انوار سے رَوشن اور تاباں ہو جاتا ہے۔''

(نورالہدیٰ۔ صفحہ: ۳۳)

اب چاہئے کہ طالبِ حق اسم اللہ کے نقش پر نظر جمائے اور ٹکٹکی لگا کر اُسے دیکھتا رہے۔ اس درمیان میں اگر چاہے تو دِل میں اللہ اللہ بھی کہتا رہے اور پلکیں جھپکتا بھی رہے۔ نظر کا مرکز اسم اللہ کے درمیان میں دوسرے ''ل'' پر رہے جس پر شدّ ہوتی ہے۔

دیکھنے کے عمل کا دورانیہ پہلے پہل بیس اور تیس منٹ سے زیادہ کا ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کہیں گرانی محسوس ہو تو دیکھنے کا دورانیہ کم کر کے پندرہ منٹ بھی کیا جا سکتا ہے۔

دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہیں اسی طرح بیٹھے بیٹھے آنکھیں بند کر لے۔ سر ویسے ہی اپنی جگہ پر رہے۔ نظر کے پردے پر گہرے رنگ تیرتے گھومتے نظر آئیں گے اور جس نقش کو دیکھتا رہا ہے اس کا بھی بھدا سا عکس نظر آئے گا مگر یہ سب سائے ہیں اور روشنی کے گہرے رنگ ہیں۔ تقریباً پانچ منٹ میں صاف ہو جائیں گے۔ تب ایک قسم کا سفید رنگ ظاہر ہوگا' اسی کا انتظار تھا۔ جب رنگ غائب ہو جائیں اور ایسی سفیدی ظاہر ہو تو اب تیسرے مرحلے میں تصوّر میں نظر جھکا کر دل پر اسم اللہ کا تصوّر رہتا ہے۔ یہ ابتدائی مشقوں میں ایک ایک، دو دو سیکنڈ جھلک دکھا کر غائب ہوتا ہے مگر استقلال کے ساتھ طالبِ حق بیٹھا رہے اور تقریباً دس منٹ تک کوشش جاری رکھے۔ خواہ تھوڑی بھی کامیابی ہو اسے غنیمت سمجھے اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دے۔

بہتر ہوگا کہ ابتدائی ایک دو مشقیں مُرشد کے سامنے بیٹھ کر کی جائیں۔ وہ اپنی غالب تصوّری قوت سے تیسرے مرحلے میں نقش کو ٹھہرانے میں مدد دے گا۔ اس طرح سے وہ کام جو کچھ زیادہ عرصہ میں ہو سکتا ہے' قلیل مُدّت میں ہو جائے گا۔

اگر صحیح طریقے پر یہ مُراقبہ کیا جائے یعنی اندازِ نشست، نقش اور نظر کے درمیان فاصلہ اور دوسرے اور تیسرے مرحلے کے دورانیے کا لحاظ رکھتے ہوئے مُستقل مزاجی سے اسے جاری رکھا جائے تو کم از کم تین ماہ میں اور زیادہ سے زیادہ چھ ماہ میں تصوّر جم جائے گا۔ دراصل تصوّر کی بھی اپنی اپنی استعداد ہوتی ہے' نتیجہ بھی اُسی کے مطابق ہوگا۔

مُراقبہ کی ابتدائی مشقوں کے درمیان گھبرانا نہیں چاہئے۔ تیسرے مرحلے پر جب تصوّر میں دل پر اللہ کو نقش کر رہا ہو تو زور بھی نہیں لگانا چاہئے' ورنہ پٹھے اور اعصاب اکڑ جائیں گے اور خاتمے پر بے لُطفی محسوس ہوگی۔

تمام ہدایات ملحوظ رکھی جائیں گی تو طالبِ حق دیکھے گا کہ ایک دِن اِسمِ ذات کا تصوّر اُس کے دل کی زمین پر سورج کی طرح طلوع ہوگا اور درخشاں رہے گا۔

احتیاطی تدابیر: بایں ہمہ اِن بے قاعدگیوں اور بے احتیاطیوں سے بچنا چاہئے۔

۱۔ مُراقبۂ تصوّرِ اسمِ ذات کے دوران پہلو نہ بدلا جائے۔

۲۔ درمیان میں کسی کو دخل انداز ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ اگر خرج ہو جائے تو دوبارہ نئے سرے سے کوشش کی جائے یا وقفے کے بعد جب طبیعت مائل ہو تو شروع کیا جائے۔

۳۔ دل کو ایک تنگ سی جگہ مت سمجھا جائے بلکہ اس کو ایک وسیع و عریض میدان سمجھئے جہاں اسم اللہ کا نقش چمک رہا ہے۔ ''قلب ایک نہایت وسیع ولایت اور مُلکِ عظیم ہے' دونوں جہان و مخلوقات اس میں سما سکتے ہیں اور قلب اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں ہے۔'' (فضل اللقا۔ صفحہ: ۴۰)

''طالب [illegible] لازوال ملک دیکھتا ہے کہ جس میں چودہ طبق

اور کونین رائی کے دانے کے برابر نظر آتے ہیں۔'' (نور الہدیٰ۔ صفحہ: ۳۴)

۴۔ کسی صورت میں بھی بے صبری اور بے قراری کی کیفیت نہیں ہونی چاہیے۔

۵۔ اپنے تئیں مرشد کی صورت سمجھنا یا اُس کو اپنے ہمراہ سمجھنا نہیں بھولنا چاہئے یعنی غیر شعوری طور پر اس کا احساس ضرور رہے۔

۶۔ آخر میں دُعا ضروری ہے۔ اللہ کا شُکر ادا کیا جائے اور آئندہ کے لئے مدد مانگی جائے۔

طالب متوسط کے لئے ہدایات : طالب متوسط کے لئے اسم اللہ ذات کے تصوّر کی مشق یوں ہے کہ جب تصور کچھ جم جائے تو پھر پاسِ انفاس کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے نقش کو دیکھا کرے۔ عام طور پر جو نقش ملتے ہیں اُن پہ اللہ کے ساتھ ھُو بھی لکھا ہوتا ہے، کبھی کبھی مُحَمَّد بھی۔ سانس کھینچے تو اللہ کہے اور اسم کے نقش پر نظر رکھے اور سانس نکالتے وقت ھُــو کہے تو لفظ ھُــو پر نظر ٹکادے اور اسی طرح جاری رکھے۔ ایک وقت آئے گا جب یہ تینوں اسماء دِل پر نقش ہو جائیں گے۔

طالب مُنتہی کے لئے ہدایت: طالب مُنتہی کے لئے ہدایت یہ ہے کہ جب نقش جم جائے تو پھر اس کو پھیلائے اور تصور میں دیکھے کہ یہ قلب کے میدان پر چھا گیا ہے اور اس سے ہر قسم کی روشنیاں نکل رہی ہیں۔ بعد میں یہی نور کی تجلیات میں بدل جائیں گی اور ان کے ساتھ ان کا مفہوم بھی القا ہونا شروع ہو جائے گا۔

''اسم اللہ ذات کے دائمی تصور سے دل پر بے شمار تجلیات ہوتی ہیں جن سے دل اور بھی روشن اور چمکدار بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بے حجاب نظر آنے لگتا ہے۔ معرفت الٰہی کی بے حجاب روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس مقام پر سب کچھ عین بعین دکھائی دیتا ہے اور غیب الغیب منکشف ہو جاتا ہے۔'' (اسرار قادری۔ ص ۱)

جب صاحب تصور طالب منتہی اس حال اور مقام کو پہنچ جائے تو پھر اسے مبتدی کی طرح روزانہ نقش سامنے رکھنے، اُسے مُسلسل دیکھتے رہنے اور بعد ازاں تصوُّر میں جمانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ کہیں بھی کسی رُخ اور کسی پہلو پر وہ بیٹھا ہو جب دِل کی طرف مُتوجّہ ہوتا ہے تو اُس کا مُراقبہ شروع ہو جاتا ہے اور اُسے ''اِس مقام پر سب کچھ عین بعین دِکھائی دیتا ہے۔''

آگے اسی تصورِ اسمِ اللہ ذات کے طفیل ایک نئے مراقبے میں داخل ہونے کی سہولت خود بخود نکل آئے گی جسے مُراقبہ مجلسِ مُحمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کہتے ہیں۔ مگر اِس کا بیان اور طریق اپنے موقع پر لکھا جائے گا۔

فرمایا: ''اسمِ اللہ کا تصوُّر عارف باللہ کا مقام ہے .... ہر علم اور ہر صحیفہ اور ہر کتاب جیسے توریت، انجیل، زبور اور قرآن شریف اسمِ اللہ کی شرح ہے۔ تمام اَنبیاء و اَولیاء اِسم اللہ کی حقیقت پانے کے لئے تمام ظاہری و باطنی علوم پڑھتے ہیں اور اسمِ اللہ کی الوہیت اور معرفت کی بدولت فنافی اللہ کے مراتب ملتے ہیں۔ کوئی علم ہے جو اِسم اللہ اور الوہیت سے بڑھ کر ہو؟'' (رسالہ رُوحی، خُرد۔ ص:۳۵)

مُعاوِن تدابیر : اسمِ اللہ ذات کے تصوّر کرنے والے مُبتدی، مُتوسط اور مُنتہی سب کے لئے کچھ مزید کوششیں بھی معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ایک تو یہ ہے کہ نقش کا کارڈ لے کر صاحب مُراقبہ اپنے سونے والی جگہ کے قریب دیوار پر اِس طرح آویزاں کرلے کہ سونے سے پہلے اُس کو چند منٹ کے لئے دیکھ سکے۔ پھر سو کر اُٹھے تو صبح کو آنکھ کھولتے ہی اُس پر نظر پڑے۔ اگر دفتر میں کام کرتا ہے تو اپنی میز پر نقش کا کارڈ فریم کروا کر رکھ دے اور وقتاً فوقتاً دیکھا کرے۔ اسی طرح جہاں پاک اور صاف جگہ پر گزر ہوتا ہو یا زیادہ اُٹھنا بیٹھنا ہو تو وہاں بھی نقش آویزاں کیا جا سکتا ہے مگر یاد رہے کہ یہ ایک ہی نقش کی نقول ہونی چاہئیں ورنہ مختلف ڈیزائن کے نقش آویزاں کئے تو تصوُّر میں پریشانی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح دن میں کسی وقت اگر چند منٹ کی فرصت ملے تو دِل کی جانب نظر کر کے تصوّر میں

دیکھے کہ دل میں اسم اللہ ذات کے نقش کی کوئی جھلک نظر آ رہی ہے یا نہیں۔ اگر کہیں جھلک نظر آ جائے تو اللہ کا شکر ادا کرے۔

آخری بات: مراقبے کی ہر مشق کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور مزید توفیق کی دعا کی جائے۔

متفرق دوائر و نقوش:

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ نے اسم اللہ ذات کے نقش کے علاوہ کئی اور دائرے اور نقش تجویز فرمائے ہیں جو ترتیب سے مشق میں لائے جائیں تو روحانیت میں ترقی کے امکانات زیادہ روشن ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، عام دستیاب نقش پر دونوں اسماء یعنی اللہ اور مُحَمَّد کے ہوتے ہیں۔ یہ بھی ذکر و تصور کے لئے ہیں۔ ان کے فضائل لکھنے کے بعد فرمایا ہے: ''تصورِ توفیق اور تصورِ باطن تحقیق کے یہ راستے اسماء ذیل سے رواں اور جاری ہو جاتے ہیں۔''

(نور الہدیٰ۔ ص:۸۸)

زیادہ تر ایسے دائرے اور نقش حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ نے ''عقلِ بیدار'' میں درج فرمائے ہیں۔ مثلاً: ایک مستطیل میں چار خانے بنا کر لکھا ہے اَللّٰہ لِلّٰہ لَہٗ ھُو اور فرمایا ہے کہ ''یہ نقش نہایت اعلیٰ درجہ کی چابی اور توحید کی اصل ہے۔ اس کے ذریعے ہر مطلب کا قفل کھل سکتا ہے۔ اس کو کامل لوگ ہی جانتے ہیں، مکمل ہی پہچانتے ہیں اور اکمل لوگ دیکھتے ہیں۔ غالب اسم اللہ سے مطلوب کا طریقہ حاصل کرتا ہے۔ لَہٗ سب پر غالب آتا ہے اور ھُو سے تمام مطالب حاصل کرتا ہے۔ جو شخص ان علامات اعظم اسماء کو نگاہ میں نہیں رکھتا، وہ گویا فقر کی معرفت سے آگاہ نہیں۔'' (عقلِ بیدار۔ ص:۷۵۔ توفیق ہدایت۔ ص:۹۶)

نوٹ: ''فقر'' ایک اسم ہے اور اس کا اپنا تصور ہے۔ جب بندہ فقر کے اسم کو نظر میں رکھنے کا

تو اُس کی خوبیاں کھلیں گی جو خود بخود عمل میں آ جائیں گی اور بندہ ''فقیر'' کے مقام پر فائز ہو جائے گا۔

فرمایا: جو اسم فقر کا تصور کرے، اُسے کوئی احتیاج نہیں رہتی اور اُسے دُنیا اور عاقبت کے تمام خزانوں کا تصرف مل جاتا ہے اور جس چیز کو کہتا ہے کہ اللہ کے حکم سے ہو جا، وہ ہو جاتی ہے اور تصور اُسے سلطان الفقراء کے مرتبے تک پہنچاتا ہے اور اُسے جزو و کل حاصل ہو جاتے ہیں۔''

(شمس العارفین۔ ص:۲۳۔ نیز دیکھئے: توفیق ہدایت۔ ص:۱۰۲)

تصورِ کلمۂ طیبہ: اسی طرح کلمۂ طیبہ کا تصور ہے۔ اس کا پڑھنا اور اس کو تصور میں رکھنا گویا ''کلیدِ کل'' ہے:

''جو شخص کلمہ طیبہ کو کنہ کُن سے (اس کے معانی کی گہرائی تک پہنچ کر) پڑھتا ہے۔ وہ ہر علم سے واقف ہو جاتا ہے کہ انسان اور حیوان میں صرف علم کا فرق ہے۔'' (عقلِ بیدار۔ صفحہ:۶۹)

''جو کوئی کلمۂ طیبہ کا تصور کرتا ہے، اُس پر تمام علوم ظاہر ہو جاتے ہیں اور قرآن شریف سے اُسے اسمِ اعظم معلوم ہو جاتا ہے اور تمام ولیوں کی روحیں اُس سے ملاقات کرتی ہیں اور زمانہ گزشتہ، حال اور آئندہ کی حقیقت اُسے معلوم ہو جاتی ہے اور پہاڑ سے وہ سنگِ پارس دریافت کر سکتا ہے اور تمام جن اور انسان اور فرشتے اُس کے فرمانبردار ہو جاتے ہیں اور اُسے کسی قسم کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر کلمۂ طیبہ کے تصور والا زمین پر چلے تو درخت اور گھاس وغیرہ سب اس سے ہم کلام ہوتے ہیں اور نیز دریا بھی۔ اگر مٹی اور پہاڑ کی طرف توجہ کر کے کہے کہ سونا ہو جا، تو وہ فوراً سونا ہو جاتے ہیں۔ اگر چاہے کہ آگ اور پانی پیدا ہو جائے تو فوراً ہو جاتے ہیں۔ اگر کافر پر توجہ کردے تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ اگر جاہل کی طرف توجہ کرے تو عالم ہو جاتا ہے اگر کسی مریض کی طرف دیکھے تو اسے صحت حاصل ہو جاتی ہے۔ غرض وہ جو چاہے اُسے مل سکتا ہے کہ تمام چیزوں کی چابی کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔ (شمس العارفین۔ ص:۲۴)

کلمۂ طیبہ کے تصوّر کا مراقبہ بھی اسی طرح ہے جیسے اسمِ اللّٰہ ذات کے تصوّر کا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ مراقبہ اُس وقت کیا جائے جب طالب اسمِ اللّٰہ ذات کے تصوّر سے لے کر اَللّٰہ لِلّٰہ لَہٗ ھُو اور فقر کے تمام مراقبات پہلے کر چکا ہو۔ کلمۂ طیبہ کا مراقبہ منتہی کا مراقبہ ہے۔ اگر براہِ راست کلمۂ طیبہ کا تصوّر شروع کر دیا تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کوئی طالبِ علم میٹرک، انٹرمیڈیٹ اور بی اے کئے بغیر ایم اے کی ڈگری حاصل کرنا چاہے جو ناممکن ہے لہٰذا تصور کے یہ مراقبات درجہ بدرجہ ہوں گے۔ سلوک میں بے صبر ہونا بہت بری بات ہے!۔

۳۔ مشقِ مرقومِ وجودیہ :

فضائل : یہ بدن کے اعضاء کے اندرون میں اسمِ اللّٰہ ذات یا دوسرے پاک کلمات لکھنے کی مشق ہے اور درحقیقت ذکر اور تصور کی تکمیل اس پر ہوتی ہے۔ اس کے اپنے فضائل ہیں۔ "شمس العارفین" میں ایک نقش نقل کیا گیا ہے اور حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ کا یہ فرمان درج کیا گیا ہے :

"اگر کوئی شخص عمر بھر میں ایک دفعہ اسم اللّٰہ ذات کے اس نقش کو وجود میں بالتفکر تصوّر مرقوم کی (لکھ کر) مشق کرے گا تو روزِ قیامت تک اسم اللّٰہ ذات اُس کے ساتوں اعضا سے جدا نہ ہوگا اور یہ ایسا عمل ہے کہ اس کی زندگی اور موت ایک ہو جائے گی۔" (ص:۳۴، ۳۵)

ایک ایسے ہی نقش کے بارے میں فرمایا:

"جو شخص عمر بھر میں ایک دفعہ اسم اللّٰہ ذات کے اس نقش کی مشق وجود میں (لکھ کر) بالتفکر تصور کرے گا قیامت تک اسم اللّٰہ ذات اُس کے ہفت اندام سے جدا نہ ہوگا۔"

(مقتل بیدار۔ صفحہ:۴۳)

"مقتل بیدار" میں ہی دوسری جگہ لکھا ہے :

"اس علمِ تصوّر کی وجودیہ مشق سے (وجود پر لکھ کر) طالب کا وجود پارے کی طرح ہو جاتا ہے کہ ہزارہا چھوٹے چھوٹے حصوں میں منقسم ہو کر پھر آناً فاناً ایک جسم بن جاتا ہے اور کبھی جسم کے بند بند جدا ہو کر پھر ایک بن جاتے ہیں۔" (ص:۷۹)

ابتداء : وقت، جگہ اور اندازِ نشست کے بارے میں اُنہی ہدایات پر عمل کیا جائے جو تصورِ اسم اللّٰہ ذات کے مراقبے کی ابتدا کے لئے لکھی جا چکی ہیں۔ حصار کے کلمات بھی وہی ہیں، رُخ بھی قبلہ کی جانب ہوگا۔ یہ مراقبہ تصورِ اسم اللّٰہ ذات کا اگلا درجہ ہے مگر ایک لحاظ سے بنیادی طور پر مختلف ہے کیونکہ تصورِ اسم اللّٰہ کے مراقبہ میں طالب باہر سے تو پُرسکون رہتا ہی ہے مگر اندر سے بھی غیر متحرک رہتا ہے۔ صرف اپنے تصور و تخیل کے ملکہ سے کام لے کر نقش کو دل میں ٹھہراتا اور مُہر کی طرح مرتسم دیکھتا رہتا ہے جب وہ جم جائے تو یہی اس کا کمال ہے۔ مشقِ مرقومِ وجودیہ میں اس کے برعکس طالب اپنے باطن میں متحرک ہو جاتا ہے اور اُس کا شعور تصور میں حرکت کو دیکھتا رہتا ہے۔

طریقہ : حصار کے کلمات پڑھنے کے بعد طالبِ حق سکون کے ساتھ اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ نہایت خفیف طور پر دل کو بائیں جانب جُھکا کر دل کی جانب توجہ کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ انگشتِ شہادت کے ساتھ دل پر اسمِ اللّٰہ ذات لکھ رہا ہے۔ ایسے میں اُسے یہ اندیشہ ہو سکتا ہے کہ سامنے سے اُس کا لکھا ہوا اسم اللّٰہ اُلٹا نظر آئے گا۔ یاد رکھیئے کہ باطنی تحریر میں اُلٹا سیدھا کچھ نہیں ہوتا۔ اندر سے دیکھیں تب بھی سیدھا اللّٰہ نظر آئے گا اور سامنے سے دیکھیں تب بھی اسم اللّٰہ سیدھا لکھا ہوا ہوگا۔ بے شک یہ دیکھنا تخیل و تصور میں ہی ہے مگر اسی طرح دیکھنا چاہئے اور حقیقت بھی یہی ہے۔

جب طالبِ حق اس طرح اللّٰہ دل کے اندرون میں لکھ لے تو بند آنکھوں کے ساتھ کم از کم پندرہ منٹ تک اسے چمکتا ہوا دیکھتا رہے خواہ اُس کے حروف کا رنگ سنہری خیال کرے یا چاندی

سی طرح سفید مگر اُسے روشن خیال کرے۔ تقریباً پندرہ بیس دن یہ مشق جاری رہنی چاہیے۔

اگر خیال ہی خیال میں اسمِ اللہ اُنگلی سے نہ لکھ سکا تو اس کے لئے استعداد پیدا کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ کوئی نوٹ بک لے کر اللہ اللہ اتنے دِنوں تک لکھتا رہے جب تک عادت نہ بن جائے۔ جس قدر کثرت سے اللہ اللہ کسی کاغذ یا تختی پر لکھا جائے گا یا خلا میں اُنگلی گھما کر لکھنے کی مشق کی جائے گی اُسی قدر جلد اندر لکھنے کی استعداد پیدا ہو جائے گی۔

جب لکھنے کے قابل ہو جائے تو جیسا کہ کہا گیا ہے، اُسے دیکھا کرے بلکہ فارغ اوقات میں بھی تصوّر میں اُس پر نظر کرتا رہے۔ چند ماہ یہی مشق کیا کرے۔

اس سے اگلا سبق یہ ہے کہ جسم کے دوسرے اعضاء پر اسمِ اللہ لکھے۔ مثلاً ناف پر، سینے پر، رانوں پر، ہتھیلی اور بازوؤں پر، زبان پر، آنکھوں پر، کانوں پر، پیشانی اور سر میں دماغ پر، سب جگہ اللہ اللہ لکھا کرے اور لکھے ہوئے کا تصوّر پختہ کرے۔

جب ایک بار لکھ لیا تو پھر اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اِس تصوّر کو جاری رکھے۔ اسم کو چمکتا ہوا خیال کرنے یہاں تک کہ اپنے جسم کو اس اسم کے نور میں لپٹا ہوا دیکھے۔ جب ایسا ہو گا تو گونا گوں تجلیات کا کشف، القاء اور الہام کی صورت میں یا کسی دوسری طرح اُسے مشاہدہ اور نتیجتاً معرفت میں کمال حاصل ہوگا۔

کلمہ طیبہ کی مشق: مشق مرقومہ بالا کی انتہا کلمہ طیبہ کے لکھنے اور اُس کا تصور پختہ کرنے پر ہوتی ہے۔ جسم کے اہم اندام اور لطائف کے مراکز پر کلمہ طیبہ لکھا جائے۔ ابتدا میں آنکھیں بند کر کے بیٹھا جائے تو بعض اوقات خیالی اُنگلی کلمہ طیبہ لکھتے ہوئے اسے تکمیل نہیں کر سکتی۔ چونکہ اس میں طالب یا صاحب مراقبت سے بھی غلطی ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے اندام کے اندرون یا مقامات لطائف کو تنگ سمجھتا ہے لہٰذا اسے تصور میں ان کو وسیع و عریض خیال کرنا چاہیے۔ شرط اولین و آخرین یہی ہے کہ استقلال کے ساتھ لکھائی جاری رہے۔

اگر کام نہ بن رہا ہو تو پھر وہی نوٹ بک لے کر قلم کے ساتھ روزانہ کئی بار (کم از کم پندرہ بار) کلمہ طیبہ لکھا کرے۔ مجھے ایک درویش کے متعلق معلوم ہے کہ وہ پانچ سال تک اپنی نوٹ بک میں کلمہ طیبہ لکھتا رہا اور پھر کہیں جا کر اپنے اندر کلمہ لکھنے کے قابل ہو سکا۔

نقش برائے مشقِ کلمہ طیبہ: نقشہ کو دیکھ کر کہیں اللہ لکھا جائے اور کہیں کلمہ طیبہ **لا الٰہ الا اللہ مُحمّد رسُول اللہ**

مُناسب ہو گا کہ پہلے ناف پر اللہ لکھے پھر نشان زدہ مقامات پر اللہ اللہ لکھتا جائے۔ ساتھ ہی پہلوؤں پر کلمہ طیبہ اور سینے پر، پیشانی پر اور دماغ پر لکھے۔

دوبارہ پھر اُوپر سے اُسی ترتیب سے نیچے ناف تک آئے اور وہیں بیٹھا اُس کا تصور جاری رکھے، کم از کم بیس منٹ سے تیس منٹ تک۔

اگر یہ مُراقبہ جاری رہا تو طالبِ حق ایک دِن تمکین کے مقام پر پہنچ جائے گا۔ یہاں بھی یہی ہو گا کہ کلمہ طیبہ کے مراقبے کے تسلسل میں مجلسِ محمّدی (ﷺ) کا مُشاہدہ نصیب ہو گا۔ اس کے لئے ساتھ ہی غیر شعوری طور پر تیاری جاری رہے گی۔ جب تصوّر کر رہا ہو تو زبان ہلائے بغیر درُود شریف پڑھا کرے۔ تب:

''تمام جسم سے نور کی تجلیات ظاہر ہوں گی اور اُس کا باطن معمور ہو جائے گا اور ہمیشہ اللہ مدِ نظر رہے گا اور جو کچھ دیکھے گا کلمہ طیبہ سے دیکھے گا اور اُسے قدرتِ الٰہی کے نور کا مشاہدہ اور ہمیشہ کی آگاہی اور حضوری حاصل ہو گی اور **عَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا** کا علم اُس پر منکشف ہو جائے گا۔ جو اس قسم کی توجّہ کو اللہ کے حضور کا قُرب خیال کرے اُس کی توجہ روزِ قیامت تک جاری رہے گی۔ یہ دعوت کی راہ نہیں بلکہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں مُشرف ہونے کی راہ ہے۔ یہ رجعت کی نہیں بلکہ جمعیت کی راہ ہے۔ اس سے تمام مقامات ذات کے منکشف ہو جاتے ہیں۔'' (شمس العارفین۔ ص: ۳۰-۳۲)

۴- دعوتِ اہلِ قبور یا دعوتِ قرآن :

شرحِ دعوت: تمام صُوفیائے کرام اور اُن کے مشائخِ عظام اِس بات کے قائل ہیں کہ مُتوفّی اولیاء اللہ کی قبور سے فیض اخذ کیا جا سکتا ہے اور اُمورِ دینی و دُنیاوی میں اُن کی رُوحانیت مدد کرتی ہے- کسی نے صحیح کہا ہے کہ ہر ایک فرد کی باطنی حقیقت اُس کی صفات کے لحاظ سے قبر میں مُتعیّن ہو جاتی ہے- پھر ولی تو رُوحانی طور پر ایک ارفع و اعلیٰ مقام کا حامل فرد ہوتا ہے' اُس کی قبر تو اُس کی صفاتِ قدسیہ کی تجلّیات کا مرکز بن جاتی ہے اور ہر ایک زائر بقدرِ ظرف و استعداد اُن سے بہرہ اندوز ہوتا ہے' حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو نے اولیاء اللہ کی قبور سے فیض یابی کا ایک خاص طریق وضع کیا ہے اور اپنی کُتب میں کثرت سے اِس کے فضائل کا ذکر فرمایا ہے :

فضائل : '' دعوت ایک نہایت ہی اعلیٰ باطنی منصب ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے قُرب اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رُخصت سے حاصل ہوتا ہے- دعوت' ولایت کا ایک خاص ممتاز مرتبہ ہے- احمق نفسانی لوگ دعوت کی خاصیت کیا جانیں- دعوت بغیر اجازت اور توجہ مُرشد کامل جاری نہیں ہوتی- اور مُفید نہیں پڑتی- عاملِ پختہ وجود اہلِ دعوت' ہر مطلب اور مُراد کو بذریعہ دعوت پا لیتا ہے لیکن ناقص خام دعوت سے رجعت کھا کر اُلٹا خانہ خراب ہوتا ہے- عملِ دعوت میں خاص عامل کامل وہ ہے کہ جو کوئی اُس سے مُراد دینی و دُنیاوی طلب کرے' ایک ہفتہ یا پانچ روز کے اندر بذریعہ دعوت مُراد و مطالب حاصل کرے خواہ وہ مرتبۂ شاہی ہو یا مرتبۂ معرفتِ الٰہی ہو- '' (نورالہدیٰ- ترجمہ فقیر نور محمد کلاچوی- ص:۸۲)

'' عامل اگر چاہے بادشاہِ ہفت اقلیم کو معزول کر دیتا ہے اور ایک مُفلس گداگر کو تختِ سلطنت بخش دیتا ہے- اگر عامل جذب غضب میں آئے تو بہت دور سے دُشمن بدخواہ کی جان لے لیتا ہے اور اگر نوازش کرے تو ایک طرفۃ العین میں ہدایت فنایت نصیب کر دیتا ہے اور حضورِ پُرنور

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچا دیتا ہے کہ طالب' صاحبِ نظر ہو کر اولوالامر صاحبِ تصرّف کونین ہو جاتا ہے-'' (ایضاً- صفحہ:۸۷)

'' قرآن ہو اور قبر ہو اور پڑھنے والا صاحبِ زندہ قلب- یہ ہے مراتبِ دائرۂ دل باذم- محض حاضراتِ اسمِ اللہ ذات سے ہی انبیاء و اولیاء اللہ کی ملاقات اور صُحبت کا راستہ کُھلتا ہے لیکن مُرشدِ کامل کی توجہ اور نگاہ ہمراہ ہونی چاہئے...... یہ کام فقیر صاحبِ توجّہ، فیض بخش، اہلِ معرفت کامل اور اہلِ دعوت عامل کا ہے کہ خاص مقام حضور میں جا کر تصوّر سے دعوت پڑھے'' (ایضاً:۱۰۰)

دعوت کے لازم ارکان : اس قسم کی دعوت میں تین ارکان لازم ہیں :

۱- کسی پُرفضیلت اور صاحبِ فیض ولی کی قبر
۲- دعوت پڑھنے والا درویش یا فقیر
۳- تلاوتِ قرآن

بُنیادی شرائط وہی ہیں: پڑھنے والا باوضو ہو، کپڑے صاف ہوں اور نیّت نیک ہو، بہتر ہوگا کہ اپنے شیخ یا کسی صاحبِ اجازت بزرگ یا خود حضرت سُلطانُ العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ سے رُوحانی طور پر اِذن لے لے- اِذن سے برکت ہوگی اور دعوت میں کامیابی یقینی ہو جائے گی-

مقاصد: پڑھنے والے کو چاہئے کہ نیّت خالص کر لے اور مندرجہ ذیل مقاصد کی حدود سے باہر نہ جائے -

۱- کُفار کے خلاف جہاد میں بادشاہ عادل یا حُریّت پسند مُجاہدوں کے لئے دُعا
۲- گمراہوں کی ہدایت کے لئے دُعا
۳- بے عمل عالم دین کے لئے دُعا

۵- ایسے درویش کے لئے دُعا جو دعوت پڑھتے ہوئے مجذوب ہو گیا ہو۔

۶- ایسے عالمِ دین کے لئے دُعا جسے رُشد و ہدایت کے کام میں مشکلات پیش آ رہی ہوں۔

ظاہر ہے کہ دعوت پڑھنے والا کسی ایسے مقصد کو سامنے نہ رکھے جو خالصتاً اُس کی اپنی غرض سے وابستہ ہو۔ ہاں اگر اُس کی ذات کے ساتھ دوسروں کی بھلائی بھی متعلق ہو تو پھر اپنے لئے دُعا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ۔

مُبتدی کی دعوت خوانی :

۱- قرآن خوانی: مُبتدی کسی تنہا اور خوشگوار مقام پر جا کر قرآن پڑھے تو اُس کا وجدان اثر پذیر ہوگا اور دعوت کے لئے اُس کا قلب تیار ہو جائے گا' مثلاً دریا کے کنارے، کشتی میں سوار ہو کر یا کہیں جنگل اور صحرا میں تنہا بیٹھ کر۔ سینکڑوں فرشتے اور اَرواح دعوت خواں کی مدد کے لئے اُس کے گرد آ جائیں گے۔

۲- قبر پر تلاوت : کسی صاحبِ فیض ولی کی قبر پر حاضر ہو کر درویش دعوت پڑھے۔ قبر کے سامنے اس طرح بیٹھے کہ اس کا سینہ قبر کے اندر بزرگ کے سینہ کے بالمقابل اور سامنے ہو۔ اس سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ چکا ہو۔ اور اب وہاں بیٹھ کر صاحبِ قبر بزرگ کو حاضر ناظر تصوّر کرتے ہوئے سورۃ یٰسین، سورۃ مُلک یا سورۃ مُزمّل کی تلاوت کرے۔ حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ فرماتے ہیں کہ صاحبِ قبر بزرگ دعوت پڑھنے والے کی دُعا پر آمین کہے گا۔ تمام اولیاء اللہ اور انبیاء کرام بھی اس مقام پر اُس کے لئے دُعا کریں گے اور وہ اپنے مطلوب و مقصود کو اپنے وقت پر ضرور پائے گا ۔

متوسط طالب حق کی دعوت خوانی : طالب حق کو چاہئے کہ صحرا میں کسی تنہا جگہ پر چلا جائے وہاں دعوت کی ابتدائی شرائط (پاکیزگی و نیک نیتی) بجا لاتے ہوئے آرام سے بیٹھ جائے اور ریت پر انگلی کے ساتھ روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نقش کرے اور جہاں قبر مصور

کرے وہاں اسمِ مُبارک لکھے: **مُحمّد ابن عبدُاللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم** - ساتھ ساتھ کلمۂ طیّبہ کا وِرد کرتا رہے اور یہ آیت پڑھے **اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ، يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ، صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا** (بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے اس نبی ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔ الاحزاب:۵۶) تین مرتبہ۔

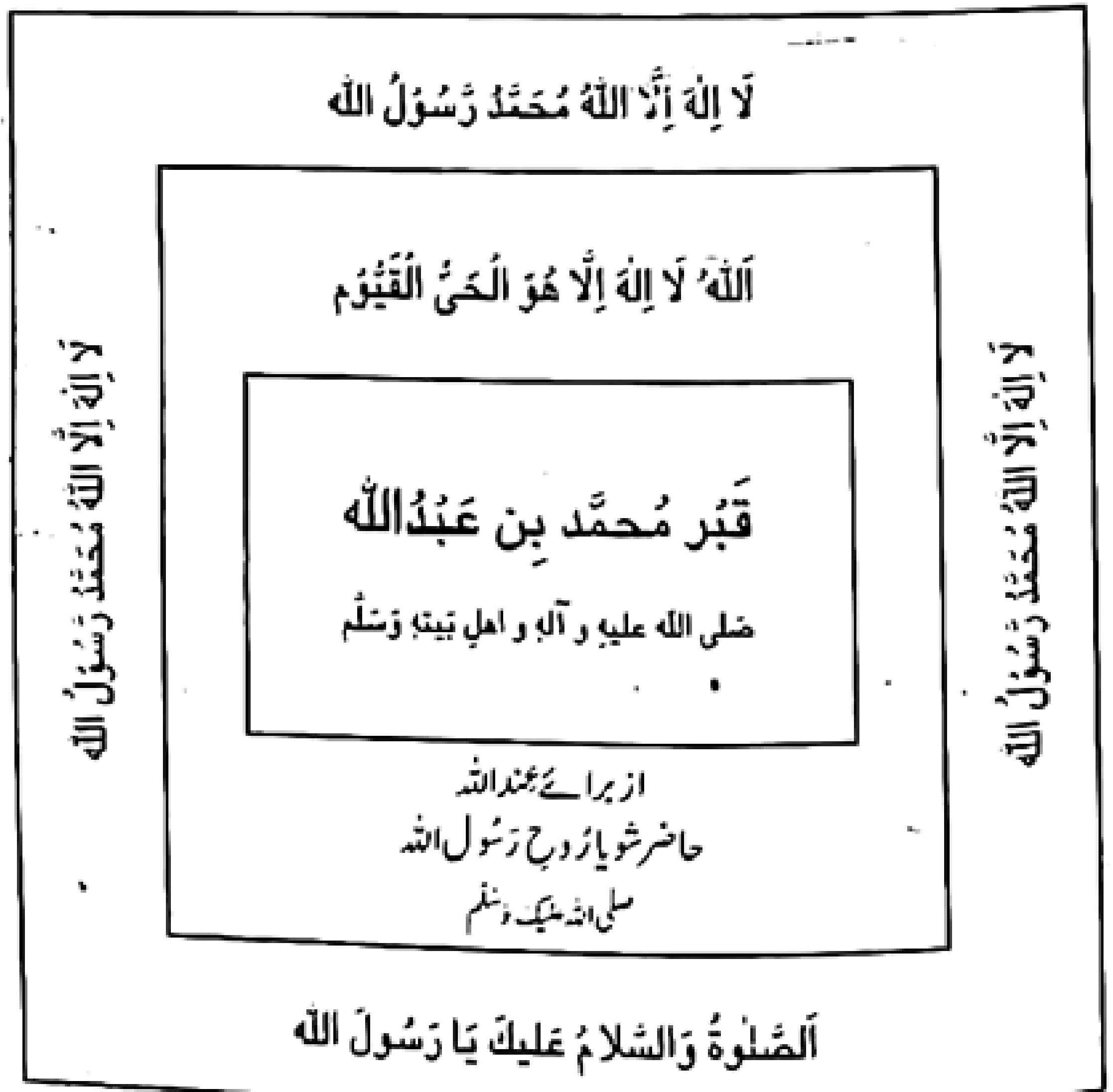

اُمْدُدْنِی یَا رَسُولَ اللّٰہ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ، صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

ایسا کرتے ہوئے اِدھر اُدھر مت دیکھے اور خیال کو مکمل طور پر روضۃُ النبی ﷺ کے خاکے اور کلماتِ مقدسہ کی ادائیگی پر مرکوز رکھے اور درود شریف پڑھنا شروع کر دے۔ جب توجہ قائم ہو جائے تو پھر "دعوتِ سُورۂ مُزمّل یا سُورۂ مُلک یا سُورۂ اِنَّا فَتَحْنَا یا سُورۂ یٰس شروع کرے اور تصوّرِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوحِ مقدّس کی طرف متوجہ ہو کر مُراقبہ کرے۔ بے شک رُوحِ مُبارک حضرت سَرورِ کائنات (ﷺ) بمع جمیع اصحاب کبار و چار یار و حضرت امام حَسن و امام حُسین اور حضرت شاہ مُحیُ الدّین (رضوان اللہ علیہم) حاضر ہو کر صاحبِ دعوت کو کلیدِ دعوت عطا فرماتے ہیں۔" تب اِستمداد کے لئے تین بار یہ کلمہ کہے اور قبر مبارک کے خاکے کے نیچے لکھے۔ اُمْدِدْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! (یارسول اللہ! میری مدد فرمایئے۔"

"ابھی تک صاحبِ دعوت وِرد و وظائفِ دعوت سے فارغ نہیں ہونے پاتا ہے کہ اُس کا کام فوراً سرانجام پاتا ہے۔ بعدہٗ دوگانہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوحِ پاک کو بخش کر سورۂ مُلک ختم کرے تاکہ علمِ دعوت کا عمل روز بروز ترقّی کرے۔ خواہ کسی حاکم بادشاہ کو معزول کرے یا کسی گداگر کو شاہی منصب سے سرفراز کرے اور خواہ کوئی مُلک آباد کرے یا ویران اور برباد کرے۔" (ایضاً: ۷۸)

اس دعوت کو سُلطان باھُو قدس اللہ سِرّہٗ نے "تیغِ برہنہ" کہا ہے۔

مُنتہی فقیر کی دعوت : یہ دعوت وہ پڑھتا ہے جسے وِلایت کا مرتبہ حاصل ہے اور صاحبِ اختیار رُوحانی ہستیوں کی طرح کسی منصب پر فائز ہے۔

دعوت کی تمام شرائط بجا لا کر ایک فقیر کامل کسی غالب الاولیاء کی قبر پر حاضر ہو کر اذان دیتا ہے۔ پھر سورۂ فاتحہ سورۂ اخلاص اور درود شریف پڑھ کر اس بزرگ کی رُوح کو بخش دیتا ہے پھر قبر پر کعبہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتا ہے اور سورۂ مُلک یا سورۂ مزمّل یا سورۂ یٰسین پڑھتا ہے حتیٰ کہ صاحبِ قبر بزرگ کی رُوح متوجہ ہو جاتی ہے اور اللہ اور رسول ﷺ کے حضور صاحبِ دعوت کے لئے دُعا کرتی ہے، جو قبول ہوتی ہے۔

دعوت خواں کبھی قبر کو ٹھوکر بھی لگاتا ہے لیکن یاد رہے کہ اگر صاحبِ قبر بزرگ بڑا ولی ہے تو صاحبِ دعوت بھی اُس سے کم مرتبہ کا مالک نہیں۔ یہ دعوت ایسے ہی ہے جیسے ایک بادشاہ کسی دوسرے بادشاہ کے پاس تعاون کی درخواست کے ساتھ حاضر ہُوا ہو۔ وہ اُسی سلوک کا مُستحق ہوتا ہے جیسا کہ بادشاہ اپنے برابر کے مہمانوں سے روا رکھتے ہیں یعنی اُس کا ضرور اکرام کیا جاتا ہے۔

یہ دعوت جس قدر موثر ہے، اُسی قدر پُرخطر بھی ہے۔ مُنتہی فقیر کے سوا کسی کو اس کے پڑھنے کی جُرأت نہیں کرنی چاہئے۔ مُنتہی فقیر کو بھی حکم ہوتا ہے، تب وہ یہ دعوت پڑھتا ہے۔

جب فقیر دعوت ختم کرتا ہے تو چار لشکر اُس کی مدد کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

" وہ باطنی لشکر یہ ہیں :

نظرِ الٰہی

نظرِ مُحمدی

مؤکل فرشتے

اَرواحِ شُہداء ۔ " (شمسُ العارفین۔ ص: ۵۷۔ ۷۰)

سُلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ فرماتے ہیں:

"ایک رات اولیاء اللہ کی قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنا، چالیس چلوں کی ریاضت سے بڑھ کر ہے۔" (ایضاً۔ صفحہ: ٦٧)

"اس دعوت کی اِنتہا یہ ہے کہ اس کے سبب انبیاء اور اولیاء کی رُوحوں سے ملاقی اور نفس بانفس، دم بادم، قلب باقلب، رُوح بارُوح اور لحم بالحم ہو جاتا ہے اور وہ جس وقت وِرد و وظائف شروع کرتا ہے، انبیاء اور اولیاء کی تمام رُوحیں اُس کے گرد اگرد حلقہ باندھ کر زور زور سے پڑھتی ہیں اور

و و شق میں بیٹھا پڑھتا ہے۔

اہلِ دعوت [illegible]

کُل و جُزو [illegible]

(اہلِ دعوت کا مُرشد فقیر [illegible]

[illegible] ہیں ہیں۔)

[illegible]

دعوت سے فقیرِ کامل پر اَزَل اور اَبَد کی حقیقت کُھلتی ہے۔ زندگی کا راز معلوم ہوتا ہے کہ یہ دُنیا کا نظام کیسے چل رہا ہے اور اس کا انجام (آخرت) کیا ہے؟

معلوم ہُوا کہ دعوت ایک ایسا مُراقبہ ہے جس سے ایک وِجدان کُھلتا ہے اور یہ وہی ہے جو عوالمِ جن و اِنس کے تمام رُوحانیوں کا مخصوص وسیلۂ علم و عمل رہا ہے۔

۵۔ مُراقبہ مجلسِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم :

اَبتداء : دراَصل یہ حضُوری کا مُراقبہ ہے اور اگرچہ ترتیب میں اس کا ذِکر آخر میں ہو رہا ہے مگر تصوّرِ اسمِ اللّٰہ ذات کے ساتھ ہی اس کی استعداد بروئے کار آنی شروع ہو جاتی ہے۔ فرمایا:

''مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہونے کا یہ طریق ہے کہ جب طالب کے دِل پر اسمِ اللّٰہ کا تصوّر اچھی طرح مُنقّش ہو جائے اور ٹھیک طور پر سکونت اور قرار پکڑ جائے اور باطن میں اسمِ اللّٰہ کو درست دیکھے تو اسمِ اللّٰہ سے آفتاب کی روشنی کی طرح نور نکلے گا اور معرفتِ الٰہی کی تجلیات کے شعلوں سے شیطانی وَسوسوں اور خطرات کی تاریکی، سیاہی اور اندھیرا دُور ہو جائے گا۔''

(شمس العارفین۔صفحہ:۵۱)

فضائل : حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سِرّہٗ نے مجلسِ نبوی کی حاضری و حضُوری کو بہت اہمیت دی ہے۔ ''واضح رہے کہ مُحمّدی حضُوری ہدایت کا سِرّ ہے اور ہدایت در ہدایت ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: جس نے مجھے دیکھا اُس نے گویا خُدا کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت کبھی ظاہر نہیں ہو سکتا۔''

جس طرح تصوّرِ اسمِ اَللّٰہُ ذات میں مُرشد کی نگرانی مؤثر ہوتی ہے' اُسی طرح مجلسِ نبوی میں حضوری کے لئے بھی مُرشد کی قوتِ قدسیہ معجزانہ تاثیر رکھتی ہے کیونکہ وہ طالب کی تصوّری کیفیت کو نہ صرف اِستقلال بخشتی ہے بلکہ اُس کی رہنمائی کرتے ہوئے حضوری میں پہنچا دیتی ہے۔'' پھر فرمایا: ''مُرشدِ کامل باطنی طریق پر جناب سرورِ کائنات ﷺ کی مجلس میں پہنچا سکتا ہے' اِس حقیقت کو احمق اور مُردہ دِل کیا جانے؟ خواہ وہ عمر بھر علم کا مطالعہ ہی کیوں نہ کرتا رہے۔''

(عقلِ بیدار۔صفحہ:۱۳۳)

طریق: مُراقبہ کی شرائط ملحوظ رہنی چاہئیں کیونکہ ''مراقبہ سے مومنوں کو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائمی حضوری نصیب ہوتی ہے۔'' (کلیدِ جنت۔صفحہ:۳۴)

طالب مدینہ منوّرہ کی طرف رُخ کر کے مُرشد کے حضور میں بیٹھتا ہے۔ مُرشد' طالب کو قلب پر توجہ مرکوز کرنے کے لئے کہتا ہے اور بتاتا ہے کہ اِس کو تنگ جگہ مت سمجھو کیونکہ ''قلب' ایک نہایت وسیع ولایت اور مُلکِ عظیم ہے' دونوں جہان معہ مخلوقات اِس میں سما سکتے ہیں لیکن دِل دونوں جہان میں نہیں سما سکتا اور قلب اللہ تعالیٰ کی نظر گاہ ہے۔'' (فضل اللقا۔صفحہ:۴۰)

طالبِ حق قلب میں اِسمِ اَللّٰہُ ذات کا مراقبہ کرتا ہے اور مُرشد اُس کو میدان میں روضے کی شکل دیکھنے کے لئے کہتا ہے اور اگر طالبِ حق اکیلا ہو تو وہ خود روضے کی شکل کے گنبد کا تصوّر کرتا ہے' جس کے دروازے پر لکھا ہوتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ○ جب طالبِ حق دو تین بار جذب کی حالت میں کلمۂ طیبہ دُہراتا ہے تو دروازہ کُھل جاتا ہے اور طالب' روضے کے اندر داخل ہو جاتا ہے' جہاں وہ رَسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجلس میں جلوہ فرما دیکھتا ہے۔ اس مجلس میں وہ قرآن سُنتا ہے اور رَسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سخن سنتا ہے۔ وہاں صحابۂ کرام تشریف فرما ہوتے ہیں۔ طالبِ حق' ابوبکر صدیقؓ کی توجہ سے صدق، حضرت عُمر فاروقؓ کی توجہ سے عدل اور مُجاہدۂ نفس اور حضرت عُثمانؓ کی توجہ سے اَدب اور حیا اور حضرت علیؓ سے علم، ہدایت

فقر اور تقویٰ کی تاثیرات اپنے وجود میں محسوس کرتا ہے۔'' اور جہالت اور دُنیاوی محبت اُس کے وجود سے اُٹھ جاتی ہے۔ اُس کے بعد وہ تلقین کے لائق ہو جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے بیعت کرتے ہیں اور پھر اُسے مُرشدی مَراتب حاصل ہو جاتے ہیں۔''

(شمس العارفین۔صفحہ:۵۵)

مجلسِ نبوی میں حضوری اِس لئے زیادہ اہم ہے کہ یہیں سے رُشد وہدایت کا اِذن ملتا ہے اور مُرشد کے توسّط سے اُسے کوئی نہ کوئی فرضِ منصبی سونپا جاتا ہے۔

آخر میں مُرشد اور طالب دونوں دُرود شریف پڑھتے ہوئے مجلسِ نبوی (ﷺ) سے رخصت ہوتے ہیں۔

پہلے پہل یہ سب تصوّر میں ایک مشق معلوم ہوتی ہے' مگر بالآخر یہ تصوّر حقیقت میں بدل جاتا ہے۔

مقاماتِ مجلس: مجلسِ محمدی (ﷺ) کے مراتب اور مقامات درجوں کے لحاظ سے کئی ہیں۔ مجلس منعقد ہوتی ہے:

۱۔ مقامِ اَزل میں

۲۔ مقامِ اَبد میں

یہ بلند مراتب ہیں اور یہاں تصوّر نورِ محمدی ﷺ کا ہوتا ہے۔

دُنیا میں مجلس منعقد ہوتی ہے:

روضۂ مبارک میں

حرم کعبۃ اللہ میں

جبلِ عرفات پر

عرش کے اوپر

مقام قابَ قوسین میں

پھر حوضِ کوثر پر

اور دیدارِ الٰہی کے مقام پر۔

مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہر قسم کے مقاصد خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں۔

"واضح رہے کہ عامل عُلماء یا اُن کے شاگردوں کو ہر رات یا جمعرات کو یا ماہ بماہ یا سال بسال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدارِ پُر انوار ہوتا ہے، بعض کو معلوم ہوتا ہے اور بعض کو نہیں۔"

اہلِ حضور کی نشانیاں : مجلس نبوی ﷺ میں حضوری کا مقام رکھنے والوں کی سات نشانیاں بیان کی گئی ہیں، جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں :

۱۔ اُن کے وجود سے خوشبو نکلتی ہے۔

۲۔ اُن سے اِستغنا ہوتا ہے۔

۳۔ اُن کی علمی گفتگو قرآن وحدیث کے مطابق ہوتی ہے۔

۴۔ وہ شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔

۵۔ سُنّت وجماعت کو اپنے اوپر لازم جانتے ہیں۔

۶۔ فلاح وبہبُود کے کام میں مشغول رہتے ہیں - ۷۔ وہ سخی ہوتے ہیں۔

مزید فضائل : فرمایا: "مومنوں کے لئے مُحمدی حضوری کا مُراقبہ بمنزلہ معراج کے ہے۔"

نیز فرمایا: "جو شخص علم میں عالم باللہ ہے، اُسے دائمی طور پر مجلسِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حاصل ہے۔ جو فقیر معرفت میں مُشرّف بُدیدار ہے، وہ بھی دائمی طور پر مجلس نبوی ﷺ میں ہے۔ جو مُتقی، تقویٰ میں کامل ہے، اُسے بھی مجلسِ نبوی ﷺ دائمی طور پر نصیب ہوتی ہے۔"

(اَمیر الکونین-صفحہ:۱۲۱)

دائمی حضوری یہ ہے :

جُسہ این جا ہست جانم در حضور

ایں مَراتب عارفاں از خاص نُور

(کَلیدُ التَّوحید کلاں-صفحہ:۱۰۴)

(بدن یہاں ہے اور میری جان حضور میں ہے- یہ مرتبہ عارفوں کو خاص نور سے حاصل ہوتا ہے-)

❀❀❀

چوتھا باب

اَورَاد

مُرشد کی قُوّتِ قُدسیہ: تَوَجُّہ :

حضرت سُلطان العَارِفین سُلطان باھُو قدس اللہ سِرّہٗ نے اَرواحِ سُلطانُ الفُقر کی مظہر ہستیوں کے بارے میں فرمایا: ''اُن کی نظر سَراسَر نُورِ وحدت اور کیمیائے عزّت' جس پر اُن کے عنقا کا سایہ پڑا اُسے نُورِ مُطلَق بنا دیا۔ طالبوں کو ریاضت اور وِرد اَوراد ظاہری کی احتیاج میں مشغول نہیں کیا۔'' (رِسالہ رُوحی شریف)

سُلطان العارفین حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سِرّہٗ نے خاص طور پر شدید ریاضتوں اور طویل اَوراد کو اِتنا اہم نہیں سمجھا جتنا کہ مُرشد کی توجّہ اور جَذب کو اہمیّت دی ہے۔ مُرشد اپنی قوتِ قدسیہ سے اَذکار و مُراقبات کی تاثیر میں مدد بہم پہنچاتا ہے اور اِسی سے رُوحانی مَراتب میں ترقّی ہوتی ہے۔

اس کے باوجود سَروَریہ قادریہ طریق کے مُریدوں نے کچھ اَوراد اختیار کر لئے ہیں اور برکت کے حصُول کی خاطر ان کا پڑھنا لازم جانتے ہیں:۔

۱۔ رِسالہ رُوحی شریف :

یہ حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سِرّہٗ کا اِلہامی رِسالہ ہے ''مَعاذَ اللہ، اگر تُو اِس لطیف عہد نامہ کو بندے کی زبان خیال کرے۔'' (رِسالہ رُوحی)

راقم نے رسالہ رُوحی کے ترجمہ وشرح کی تمہید میں لکھا تھا ۔

''رُوحی کا کلام تجلّیاتِ الٰہی میں سے ایک ایسی تجلّی ہے جس نے سلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سِرّہٗ کے تمام تصوّف وسُلوک کو ایک ہی جامع ومُنتخب منظر میں رَوشن کر دیا۔۔۔۔''

''آپ کی تصنیفات میں رسالہ رُوحی کو ممتاز درجہ حاصل ہے کیونکہ یہ آپ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت ہے۔ اس میں حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سِرّہٗ کی عمر بھر کی

تلقین وتعلیم کا خلاصہ ومَاحصل موجود ہے۔ اِس کی موجودگی تمام عَالَم کے اُن درویشوں پر حُجّت ہے جو حلقۂ فقر میں آ کر اپنی زندگی کو مُنوّر کرنا چاہتے ہیں۔ ذاتِ حق کی ماہیّت، انوارِ ذات کے سات اَرواحِ سُلطانُ الفُقر کا اِنکشاف، مَقصدِ تخلیق کا اظہار، جذبۂ فقر اُس کے سُلوک اور دقائقِ مَعرفت جیسے موضوعات کے بیان کی وجہ سے کسی وَسیلہ کے بغیر اِسے سمجھنا ذرا مُشکل ہے۔ بایں ہمہ رِسالہ رُوحی کو حضرت سلطان العارفین نے ''مُرشدِ کامِل'' قرار دیا ہے اور طالبِ حق کو باطنی اِستطاعت بہم پہنچانے اور اُس کے لئے مُرشد ہونے کے خود ذمہ دار بنے ہیں ۔

ہر کہ طالبِ حق بُوَد مَن حاضرَم
اَز اِبتدا تا اِنتہا یک دَم بَرَم
طالب بیا ! طالب بیا ! طالب بیا !
تا رَسانَم روزِ اَوّل با خُدا''

(رِسالہ رُوحی)

سَروَری قادری مُریداِسے تسخیر وتصرُّف اور حصُولِ معرفت دونوں مقاصد کے لئے وِرد کے طور پر روزانہ پڑھتے ہیں۔ چاہئے کہ اِسے صحیح تلفُّظ کے ساتھ پڑھا جائے اور ایسا نسخہ سامنے رکھا جائے جس میں اعراب واوقاف کا اِلتزام کیا گیا ہو۔ (راقم کے نُسخے مطبوعہ: حضرت غُلام دستگیر اکادمی' میں اِس اَمر کا خاصا اہتمام کیا گیا تھا' لیکن اِس موجودہ نُسخہ میں خانوادۂ سُلطانُ العارفین کے ایک عِلم دوست رُکنِ سُلطان ارشدُ القادری نے پہلی بار رسالہ رُوحی پر نہایت محنت سے مُکمل اعراب لگا دیئے ہیں' لہٰذا اب یہ صحیح تلفُّظ کے ساتھ تلاوت کرنا نہایت آسان ہوگیا ہے۔)

بیشتر درویش اِسے یاد کر لیتے ہیں اور سفر وحضر میں اِسے پڑھا کرتے ہیں۔

۲۔ دُعائے سَیفی :

حضرت سُلطان باھُو قدس اللہ سِرّہٗ نے اپنی کُتب میں ایک دو مقامات پر دُعا سَیفی کی

فضیلت بیان فرمائی ہے مگر اِس اَمر کی طرف کوئی اِشارہ نہیں کہ آیا یہ وہی دُعائے سیفی ہے جو بعض سلاسلِ تصوّف کے سالکین میں مُرَوّج ہے یا کوئی اور دُعا ہے جو ''تیغِ بَرہنہ'' کی طرح موَثر ہے۔ بہتر صورت فقیر نُور مُحمّد قادری سَروَری رحمۃُ اللہ علیہ ساکن کُلاچی نے اِس سے وہی مروّجہ دُعائے سیفی مُراد لی ہے' اسے اپنے مجموعۂ اَوراد ''مخزنُ الاسرار'' میں شائع کیا ہے اور پڑھنے کی تلقین کی ہے۔

۳۔ قَصِیدہ غَوثیہ :

یہ ایک قصیدہ ہے جو حضرت غوث الاعظم شیخ سیّدنا عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سِرُّہٗ النّورانی نے اِلہامی کیفیت میں لکھا۔ حضرت غوث الاعظم کے ساتھ حضرت سلطان صاحب کی عقیدت اَظہر مِنَ الشّمس ہے۔ آپ کئی جگہ اُن کے مواعظ اور ''رِسالۂ غوثیہ'' سے اقوال نقل فرماتے ہیں مگر ''قصیدۂ غوثیہ'' کا کہیں ذِکر نہیں فرمایا' تاہم اِسے بھی سَروَری قادری مُرید برائے حصولِ برکت و تسخیر وِرد کے طور پر پڑھتے ہیں اور فقیر نور محمد مرحوم نے ''مخزنُ الاسرار'' میں اِسے شامل کیا ہے۔

❀❀❀

پانچواں باب

رِسالہ رُوحی شریف

مَتن

تحقیق : پروفیسر سیّد احمد سعید ہَمَدانی

اعراب: سُلطان ارشد القادری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

بِدَانْ اَرْشَدَکَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الدَّارَیْن :

کُنْتُ	ہَاھُوِیَّتْ
کَنْزاً	یَاھُوْتْ
مَخْفِیاً	لَاھُوْتْ
فَاَرَدْتُ	مَلَکُوْتْ
اَنْ اُعْرَفَ	جَبَرُوْتْ
فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ	نَاسُوْتْ

ذَاتِ سَرْ چَشْمَہٗ چَشْمَانِ حَقِیْقَتِ ہَاھُوِیَّتْ، حَضْرَتِ عِشْقْ، بَالَائے کَوْنَیْنْ بِبَارْگَاہِ کِبْرِیَا تَخْتِ سَلْطَنَتْ آرَاسْتَہ، اَزْ کَمَالِ عِبْرَتِ مَاھِیّتِ ذَاتِ پَاکَشْ ھَزَارَانْ ھَزَارْ بِیْشُمَارْ قَوَافِلِ عَقْلْ سَنْگُسَارْ — سُبْحَانَ اللّٰہ !

اَزْ اَجْسَامِ عَنَاصِرِ خَاکِیْ بَھَزَارْ مَظْھَرْ، ظُھُوْرِ آثَارِ جَمَالْ وْ جَلَالِ قُدْرَتْھَائے کَامِلَہْ، آئِیْنَۂ بَا صَفَا سَاخْتَہ، تَمَاشَائے رُوْئِے زِیْبَا مِیْ فَرْمَایَدْ —

خُوْدْ بَا خُوْدْ قِمَارِ عِشْقْ مِیْ بَازَدْ — خُوْدْ نَظَرْ خُوْدْ نَاظِرْ خُوْدْ مَنْظُوْرْ، خُوْدْ عِشْقْ خُوْدْ عَاشِقْ خُوْدْ مَعْشُوْقْ — اَگَرْ پَرْدَہ رَا اَزْ خُوْدْ بَرْ اَنْدَازِیْ ھَمَہ یَکْ ذَاتْ، دُوْئِیْ ھَمَہ اَزْ اَحْوَلِ چَشْمِیْسْتْ —

مِیْ گُوْیَدْ مُصَنِّفِ تَصْنِیْفْ، مُعْتَکِفِ حَرِیْمِ جَلَالْ وْ جَمَالِ ھَاھُوِیَّتِ حَقّ، مَحْوِ شُھُوْدِ ذَاتِ مُطْلَقْ، عَیْنِ عِنَایَتْ اَزْ شُھُوْدِ مَشْھُوْدْ، مَعْبُوْدْ عَلَی الْحَقّ، دَرْ مَھْدِ نَازِ سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ، بِصَدْرِ عِزَّتْ، تَاجِ

مَعْرِفَتِ وَحْدَتِ مُطْلَقْ بَرْ سِرْ وَ [illegible] تَصْفِیَه
وْ تَزْکِیَۂ اَنْتَ اَنَا وَ اَنَا اَنْتَ دَرْ بَرْ [illegible] مِنَ
الْحَقِّ بِالْحَقِّ، سِرِّ ذَاتِ هُوَ نَقِیْرَ بَاهُوْ عُرْفِ
اَعْوَانْ، سَاکِنِ قُرْبْ وَ جَوَارِ قَلْعَۂ
شُوْرْ حَرَسَهَا اللهُ مِنَ الْفِتَنِ وَ الْجَوْرْ، چَنْدْ
کلماتْ اَزْ اِبْرَازِ تَحْقِیْقَاتِ فَقِیْرَ - مَقَامِ هُوِیَّتِ
ذَاتْ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ - تَفْسِیْرْ اَزْ
معنی المغنی خَاصُ الْخَاصْ تَعْلِیَۃً مِیْ آرَدْ-
[illegible]عارف وَاصِلْ بَبَهْرَ جَا دِیْدَه کُشَایَدْ،
[illegible] اندارش نه بِیْنَدْ وَ نَقْشِ غَیْرَ وَ خُوْدِیْ
[illegible] اندازد تَا بَا مُطْلَقْ مُطْلَقْ شَوَدْ-
[illegible] چُوْن نُوْرِ اَحَدِیْ اَزْ حَجْلَۂ
[illegible] مَظَاهِرِ کَثْرَتْ اِرَادَه
[illegible] خُوْد رَا جِلْوَه بَصَفَائِیْ گَرْدْ

بَازَارِیْ نُمُوْدْ - بَرْ شَمْعِ جَمَالْ پَرْوَانَۂ
کَوْنَیْنْ بِسُوْزِیْدْ وَ نِقَابِ مِیْمِ اَحْمَدِیْ
پُوْشِیْدَه، صُوْرَتِ اَحْمَدِیْ گِرِفْتْ وَ اَزْ کَثْرَتِ
جَذْبَاتْ وُ اِرَادَاتْ، هَفْتْ بَارْ بَرْ خُوْدْ بِجُنْبِیْدْ
وَ اَزَانْ هَفْتْ اَرْوَاحِ فُقَرَاءِ بَاصَفَا، فَنَا فِیْ اللّٰه،
بَقَا بِاللّٰه، مَحْوِ خَیَالِ ذَاتْ، هَمَه مَغْزْ بے
پُوْسْتْ، پِیْشْ اَزْ آفْرِیْنِشِ آدَمْ عَلَیْهِ السَّلَامْ،
هَفْتَادْ هَزَارْ سَالْ غَرْقِ بَحْرِ جَمَالْ، بَرْ شَجَرِ
مِرْآۃُ الْیَقِیْنْ پَیْدَا شُدَنْدْ- بَجُزْ ذَاتِ حَقّ اَزْ
اَزَلْ تَا اَبَدْ چِیْزے نَدِیْدَنْدْ وَ مَاسِوَیٰ اَللّٰه
گَاهے نَشُنِیْدَنْدْ - بَحَرِیْمِ کِبْرِیَا دَائِمْ
بَحْرُ الْوِصَالِ لَازَوَالْ، گَاهے جَسَدِ نُوْرِیْ
پُوْشِیْدَه بَه تَقْدِیْس وُ تَنْزِیَه مِی کُوْشِیْدَنْدْ
وَگَاهے قَطْرَه دَرْ بَحْرْ وَ گَاهے بَحْرْ دَرْ قَطْرَه

وَ رِدَائِے فَیضِ عَطَا اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَاللّٰه
بَرْ اِیشَاں - پَس بَحَیَاتِ اَبَدِیْ وَ تَاجِ عِزِّ
سَرْمَدِیْ اَلْفَقْرُ لَا یُحْتَاجُ اِلٰی رَبِّهٖ وَلَا اِلٰی غَیْرِهٖ
مُعَزَّزْ وُ مُکَرَّمْ اَزْ آفْرِیْنَشِ آدَمْ عَلَیْهِ السَّلَامُ وُ
قِیَامِ قِیَامَتْ هِیْچْ آگَاهِیْ نَدَارَنْدْ وَ قَدَمِ
اِیْشَانْ بَرْ سَرِ جُمْلَهْ اَوْلِیَاءْ وَ غَوْثْ وُ قُطْبْ -
اَگَرْ آنْهَا رَا خُدَا خَوَانِیْ رَوَا وَ اَگَرْ بَنْدَهٔ خُدَا
دَانِیْ بَجَا - عِلْمِ مَنْ عِلْمِ وَمَقَامِ اِیْشَانْ
حَرِیْمِ ذَاتِ کِبْرِیَا وَ اَزْ حَقِّ مَاسَوَیْ الْحَقّ
چِیْزِے نَه طَلْبِیْدَنْدْ وَ بَدُنْیَائِے دَنِیْ وَ نَعِیْمِ
اُخْرَوِیْ حُوْر وُ قُصُوْرِ بَهِشْتْ بِکَرِشْمَهٔ
نَظَرْ نَدِیْدَنْدْ وَ اَزَانْ یَکْ لَمْعَهْ کِه مُوْسٰی عَلَیْهِ
السَّلَامْ دَرْ سَرَاسِیْمَگِیْ رَفْتَهْ وَ طُوْرْ دَرْ هَمْ
شِکَسْتَهْ دَرْ هَرْ لَمْحَهْ وَطَرْفَةُ الْعَیْنْ هَفْتَادْ

هَزَارْ بَارْ لَمْعَاتِ جَذْبَاتِ اَنْوَارِ ذَاتْ بَرْ اِیْشَانْ
وَارِدْ وَ دَمْ نَه زَدَنْدْ وَ آهِے نَکَشِیْدَنْدْ وَ هَلْ مِنْ
مَّزِیْدْ مِی گُفْتَنْدْ وَ اِیْشَانْ سُلْطَانُ الْفَقْرُ وُ
سَیِّدُ الْکَوْنَیْنْ اَنْدْ - یَکِے رُوْحِ خَاتُوْنِ
قِیَامَتْ (رضی اللہ عنہا) یَکِے رُوْحِ خَوَاجَهْ حَسَنْ
بَصرِیْ (رضی اللہ عنہ) یَکِے رُوْحِ شَیْخِ مَا
حَقِیْقَتُ الْحَقّ نُوْرِ مُطْلَقْ مَشْهُوْدْ عَلَی
الْحَقّ حَضْرَتْ مَحْبُوْبِ سُبْحَانِیْ (رضی اللہ عنہ)
وَ یَکِے رُوْحِ سُلْطَانِ اَنْوَارْ سِرُّالسَّرْمَدْ
حَضْرَتْ پِیْرْ عَبْدُالرَّزَّاقْ (رضی اللہ عنہ) فَرْزَنْدِ
حَضْرَتْ پِیْرْ دَسْتَگِیْرْ (رضی اللہ عنہ) وَ یَکِے
رُوْحِ چَشْمَهٔ چَشْمَانِ هَاهُوِیَّتْ فَقِیْرْ بَاهُوْ
(قدس اللہ سرہٗ) سِرِّ اَسْرَارِ ذَاتْ یَاهُوْ وَ دُوْ
رُوْحِ دِیْگَرْ اَوْلِیَاءْ بِحُرْمَتْ یُمْنِ اِیْشَانْ قِیَامْ

دَارَيْنْ - تَـا آنْكِـهْ آنْ دوْ رُوْحْ اَزْ آشْيَانِۂ
وَحْـدَتْ بَـرْ مَـظَـاهِـرِكَثْـرَتْ نَـخْـوَاهَنْدْ پَرِيْدْ ٬
قِيَـامِ قِيَـامَـتْ نَـخْـوَاهَدْ شُدْ - سَرَاسَرْ نَظَرِ
اِيْشَـانْ نُـوْرِ وَحْـدَتْ وَ كِيْمِيَـائِـے عِزَّتْ - بَهَرْ
كَـسْ پَـرْتَـوِ عَنْقَائِـے اِيْشَانْ اُفْتَادْ ٬ نُوْرِ مُطْلَقْ
سَـاخْتَـنْـدْ ٬ اِحْتِيَاجِـے بَرِيَاضَتْ وُ وِرْدْ اَوْرَادِ
ظَاهِرِىْ ٬ طَالِبَانْ رَا نَپَرْدَاخْتَنْدْ -

بِـدَانْ كِـهْ فَـقِيْـرِ نُـوْرِ مُـطْلَقْ ٬ مُؤَلِّفِ
تَـالِيْفِ اِيْـنْ كِتَـابِ مُسْتَطَابْ ٬ پَرْدَه ٬ حُجُبْ ٬
حُـجَّـابْ ٬ تَـمَـامِىْ بَـرْ اَنْدَاخْتَـهْ ٬ عَيْنُ الْعَيْنْ
وَحْدَتْ گَشْتَهْ - سُبْحَانَ اللهْ ! جِسْمِ اِيْنْ بَنْدَهْ
رَا پَـرْدَۂ ضَعِيْفْ حَائِلْ ٬ خُوْدْ بَخُوْدْ دَرْمِيَانِ
هَـزَارْهَـائِـے اَسْـرَارِ عَـجِيْبَـهْ وُ لَطِيْفَـهْ هَائِ
غَـرِيْبَهْ فَرْمُوْدَهْ - خُوْدْ نَاطِقْ خُوْدْ مَنْطُوْقْ ٬

خُوْدْ كَـاتِـبْ خُـوْدْ مَـكْتُوْبْ ٬ خُوْدْ دَالْ خُوْدْ
مَـدْلُوْلْ ٬ خُوْدْ عَـاشِـقْ خُوْدْ مَعْشُوْقْ - اَگَرْ
اِيْـنْ رَا آثَـارِ قُـدْرَتِ رَبَّانِىْ دَانَنْدْ بَجَا وَ اَگَرْ
وَحْيِ مُنْزَلْ خُوْانَنْدْ رَوَا - مَعَاذَاللهْ ! اَگَرْ اِيْنْ
وَثِيْقَۂ لَطِيْفَهْ رَا اَزْ زَبَانِ بَنْدَهْ دَانِىْ ٬ اَلْحَقّ -
اَگَـرْ وَلِـىْ وَاصِلْ كِهْ اَزْ رَجْعَتِ عَالَمِ رُوْحَانِىْ
يَـا عَـالَـمِ قُـدْسِ شُهُوْدْ اَزْ دَرْجَۂ خُوْدْ اُفْتَادَهْ
بَـاشَـدْ ٬ اَگَـرتَـوَسُّلْ بَـاِيْنْ كِتَـابِ مُسْتَطَـابْ
جُـوْيَـدْ ٬ آنْ رَا مُـرْشِـدِيْسْتْ كَامِلْ - اَگَر اُوْ
تَـوَسُّل نَهْ گِرِفْتْ اُوْ رَا قَسَمْ وَ اَگَر مَا اُوْ رَا نَه
رَسَـانِيْـمْ مَـا رَا قَسَـمْ - وَ اَگَرْ طَـالِبِ سِالِكِ
سُلُـوْكْ مُـعْتَـصِـمْ وُ مُتَـمَسِّكْ شَـوَدْ ٬ بِمُجَـرَّدْ
اِعْتَـصَـامْ عَـارِفِ زِنْـدَهْ دِلْ وُ رَوْشَـنْ ضَمِيْرْ
سَازَمْ - (اَبْيَاتْ)

هَرکِه طَالِبِ حَقّ بَوَدْ مَنْ حَاضِرَمْ
زِ اِبْتَدَا تَا اِنْتَهَا یَکْ دَمْ بُرَمْ
طَالِبِ بِیَا ! طَالِبْ بِیَا ! طَالِبْ بِیَا !
تَا رَسَانَمْ روزِ اَوَّلْ بَا خُدَا

بِدَانْ کِه عَارِفِ کَامِلِ قَادِرِیْ بَهَرْ قُدْرَتے قَادِرْ وَ بَهَرْ مَقَامْ حَاضِرْ مَحْوِّ هَاهُوِیَّتِ مُطْلَقْ مُصَنِّفِ تَصْنِیْفْ مِیْ فَرْمَایَدْ: تَا آنْکِهْ اَزْ لُطْفِ اَزَلِیْ سَرْفَرَازِیِٔ عَیْنِ عِنَایَتِ حَقُّ الْحَقّ حَاصِلْ شُدَهْ وَ اَزْ حُضُوْرِ فَائِضُ النُّوْرُ اَکْرَمْ نَبوِیْ صَلَی اللّٰہ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ حُکْمِ اِرْشَادِ خَلْقْ شُدَهْ - چِه مُسْلِمْ وْ چِه کَافِرْ چِه بَانَصِیْبْ وْ چِه بِے نَصِیْبْ چِه زِنْدَه وْ چِه مُرْدَه بِزَبَانِ گُوهَرْ فِشَانْ " مُصْطَفٰی ثَانِیْ " وْ " مُجْتَبٰی آخِرْ زَمَانِیْ "

فَرْمُوْدَه - (اَبْیَاتْ)

شُدْ اِجَازَتْ بَاهُوْ رَا اَزْ مُصْطَفٰی
خَلْقْ رَا تَلْقِیْنْ بِکُنْ بَهْرِ خُدَا
دَسْتْ بَیْعَتْ کَرْدْ مَا رَا مُصْطَفٰی
وُلْدِ خُوْد خُوْانْدَ سْتْ مَارَا مُجْتَبٰی
خَاکِ پَایَمْ اَزْ حُسَیْنْ وْ اَزْ حَسَنْ
مَعْرِفَتْ گَشْتَه اَسْتْ بَرْ مَنْ اَنْجُمَنْ

وَ بِمَنْزِلِ فَقْرْ اَزْ بَارْگَاهِ کِبْرِیَا حُکْمْ شُدْ کِه " تُوْ عَاشِقِ مَائِیْ " اِیْنْ فَقِیْرْ عَرْضْ نُمُوْدْ کِه " عَاجِزْ رَا تَوْفِیْقِ عِشْقِ حَضْرَتِ کِبْرِیَا نِیْسْت " فَرْمُوْدْ : " تُوْ مَعْشُوْقِ مَائِیْ " - بَازْ اِیْنْ عَاجِزْ سَاکِتْ مَانْدْ - پَرْتَوِ شُعَاعِ حَضْرَتِ کِبْرِیَا بَنْدَهْ رَا ذَرَّهْ وَارْ دَرْ اَبْحَارِ اِسْتِغْرَاقْ مُسْتَغْرَقْ سَاخْتْ -

فَرمُودُ: "تُوْ عَینِ ذَاتِ مَا هَستِیْ وَ مَا عَینِ تُوْ هَستیمُ - دَرْ حَقِیقَتُ، حَقِیقَتِ مَا هَستِیْ وَ دَرمَعرِفَتُ یَارِ مَائِیْ وَ دَرْ هُوْ صَیرُورَتِ سِرِّ یَاهُوْ هَستِیْ -

❀ ❀ ❀

اِستفسارات

اور

جوابات

۱- قواعد و ضوابط کے بارے میں

۲- حضرت سُلطان باھُو کے سِلکِ سُلُوک کے بارے میں

۱- قواعد وضوابط کے بارے میں

سوال: اَذکار اور خاص طور پر مُراقبات کے لئے اندازِ نشست اور مرحلہ وار مَشق پر اِس قدر زور کیوں دیا جاتا ہے؟ اِس سے کون سا خاطر خواہ فائدہ مقصود ہے؟-

جواب: اندازِ نشست صحیح ہو تو نہ اَعصاب پر زور پڑتا ہے اور نہ پٹھے اَکڑنے کی شکایت پیدا ہوتی ہے-خُون کی رَوانی صحیح رہتی ہے اور جسم پر بھی مثبت اثر پڑتا ہے- قعدہ کی حالت میں بیٹھنے میں بھی یہی مصلحت ہے-

اسی طرح پیٹ خالی ہو تو دِل و دماغ پر بوجھ نہیں ہوتا اور وہ تصوُّر و ذِکر میں موافق ہو جاتے [illegible] ہموار ہو تو بدن ڈھیلا رہتا ہے اور تکان پیدا نہیں ہوتی-

[illegible] ہونے میں بھی یہ فائدہ ہے کہ آدمی کی توجہ اُسی رُخ پر رہتی ہے' جہاں سے ساری [illegible] کا منبع ہے اور جو ہدایت کا مرکز ہے-

[illegible] باتیں اندازِ نشست کے ساتھ متعلق ہیں اگر اِن کا خیال نہ رکھا جائے تو ''نُورِ توفیق'' [illegible] نقصان کا احتمال رہتا ہے -

❁

[illegible] مراقبے کے درمیان اُکتاہٹ محسوس ہو یا اَعصاب اور [illegible] کیا کیا جائے؟-

[illegible] اندازِ نشست اور [illegible] کے ساتھ طبیعت سے اُکتاہٹ رَفع ہو [illegible] مراقبے میں چلے جائیں تب بھی یہی حالت ہو تو وقفے

وقفے سے مَشق کرلیں یا دِن کے ایسے حصے میں کریں جب کہ طبیعت تازہ ہو-

ایک بات نوٹ کر لیجئے کہ تین شرائط بہت اہم ہیں:

۱- نیّت: نیّت کا جائزہ ضرور لیں کہ آیا کوئی نفسیاتی مداخلت تو نہیں' نیّت خالص ہونی چاہئے-

۲- اِستقامت: بندہ لگا رہے تو کام بن جاتا ہے-

۳- صَبر: ہر کامیابی کا انحصار صبر پر ہے-

❁

سوال: اگر ذِکر یا مراقبے میں اعصاب اَکڑے رہیں تو اِس کا تدارک کیسے کیا جائے ؟-

جواب: اِس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں- اپنے اندازِ نشست کا جائزہ لیں- جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر ذِکر شروع کریں- ذِکر یا مراقبے کو اپنے اُوپر بوجھ مت سمجھیں' نہ زیادہ زور لگائیں- اگر اِن میں سے کوئی بھی وجہ ہے تو اُس کو دُور کر دیں -

دوسری بات یہ ہے کہ اگر طبیعت اِس طرف مائل نہیں ہوتی تو دِن اور رات کے اکثر اوقات میں بکثرت دُرود شریف اور اَستغفار پڑھیں یا نفل پڑھ کر ذِکر اور مراقبے کے لئے بیٹھیں-

یہ بھی خیال رہے کہ قَبض اور بَسط قدرتی کیفیات ہیں جو درویشوں کو پیش آتی رہتی ہیں- قبض وہ حالت ہے جب طبیعت' ذِکر یا عبادت کی طرف مائل نہیں ہوتی' اُسے کھینچ کر اِدھر لانا پڑتا ہے- بَسط وہ کیفیت ہے جب طبیعت کھل جاتی ہے اور خود ہی اَذکار و مُراقبات کی طرف مائل رہتی ہے-

❁

سوال: کیا مراقبے کے بعد جی چاہے تو سو جانا مناسب ہے؟

جواب: نہیں، سونا مناسب نہیں ہے، کئی لوگ فجر کی نماز پڑھ کر سو رہتے ہیں وہ بھی حکم کے

خلاف ہے- مراقبہ کے بعد اگر اُونگھ محسوس ہو تو قرآن پڑھنا چاہئے یا نفل پڑھنے چاہئیں، نیند کے اثرات نہیں رہیں گے۔

مُراقبے کے بعد نیند اُس کے نُور کو ضائع کر دیتی ہے-

سوال: مُراقبے کے لئے وقت مقرّر کرنا کیوں ضروری ہے؟ نیز کون سا وقت موزوں ہوگا؟-

جواب: مُبتدی کیلئے وقت مُقرّر کرنا اَشد ضروری ہے' تا کہ اُس کے کام میں باقاعدگی رہے اور وقت کے ساتھ طبیعت بھی مانوس ہو جائے- مُتوسط کو بھی حتی الامکان وقت کی پابندی کرنی چاہئے- مُنتہی درویش بھی وقت کا لحاظ رکھتے ہیں مگر اُس کے پابند نہیں رہتے- مراقبات کے مقابلے میں اُن کے دُوسرے فرائض' جو اُن کو رُوحانی حُکم کے تحت سونپے جاتے ہیں' اہم تر ہو جاتے ہیں -

موزوں وقت وہی ہے جو حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی سَحر کا وقت' جب خدا سب سے نچلے آسمان پر اُتر آتا ہے اور اُس کی رحمت' مخلوق کے قریب تر ہو جاتی ہے اور جو بھی ایسے میں اُس کا ذکر کرتا ہے' نُور' علیٰ نُور' ہو جاتا ہے- یا پھر شام کا وقت مُناسب ہے جب سب دھندے نمٹ چکے ہوتے ہیں-

سوال: اگر مراقبہ بے قاعدگی ہو جائے یا ناغے کی صورت میں یا غلط طریقہ کی بنا پر تو کیا کرنا چاہئے؟

جواب: اس کا بہترین ثبت راہِ عمل یہ حال میں شکر ہے- ''ہر چہ از دوست آید خوش است'' سب چونکہ اسی کی طرف سے آتا ہے- رنجشیں بھی پیدا ہوتی ہیں مگر رحمت بھی اُترتی ہے-

پریشانی کی بجائے اطمینان رکھنا چاہئے اور شُکر اَدا کرتے رہنا چاہئے کہ کام کی توفیق مل رہی ہے-

سوال: اَوراد و اَذکار اور اَشغال و مُراقبات کے لئے مُرشد کا ''اِذن'' درکار ہوتا ہے' وَرنہ فائدہ کی بجائے نقصان ہوسکتا ہے- اِس کی کیا توجیہ کرتے ہیں؟-

جواب: اذن کے معنی ہیں ''اجازت''-

اب ایک کام کے لئے عام اجازت ہوتی ہے اور بعض کاموں کے لئے خاص اجازت لینی پڑتی ہے- یہی حال عبادات کا ہے-

فرض عبادتوں کے ساتھ ادعیۂ القرآن یا ادعیۂ الرّسول یا تلاوت کے لئے کسی اذن کی ضرورت نہیں، ہاں اگر اِن کو بھی کسی خاص ترتیب سے پڑھنا چاہیں گے تا کہ کوئی مخصوص اَثر یا نتیجہ حاصل ہو تو اذن (اِجازت) ضروری ہوگا-

قُرآنی دُعائیں یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی دُعائیں غذا کی طرح ہیں- یہ ہر ایک کے لئے مُناسب ہیں مگر بزرگوں سے منقول دُعائیں یا اَوراد' دواؤں کی طرح ہیں' جن کے اِستعمال کے لئے ڈاکٹر کی ہدایت ضروری ہوتی ہے- اِن کے خاص اثرات ہوتے ہیں اور اگر کسی بزرگ سے اِجازت لے کر اُس کی ہدایت کے مطابق انہیں عمل میں نہ لایا جائے تو منفی اثر ہوسکتا ہے جو رُوحانی و ذہنی صحت کے لئے نقصان دہ ہوگا -

یا یوں سمجھ لیجئے کہ بعض دواؤں پر سُرخ رنگ کے لفظوں میں لکھا ہوتا ہے: Poison (زہر)
اب وہ دوا زہر نہیں ہوتی بلکہ کسی خاص بیماری میں اگر خاص وزن کے ساتھ لی جائے تو بہت فائدہ مند ہوتی ہے لیکن اگر اسی کو بغیر ڈاکٹر کی ہدایت کے بے قاعدگی سے لیا جائے تو یقیناً زہر ثابت ہوگی -

اذکار و مراقبات بھی حسبِ حال ہونے چاہئیں- اس کا فیصلہ مرشد کرے گا' یہی اذن ہے-

مثلاً حبسِ دَم کا ذکر ہے، پھیپھڑوں کے مریض کے لئے یہ نقصان دِہ ہے' مرشد اس کا اذن نہیں دے گا- کمزور اَعصاب والے درویش کے لئے اہلِ قبور کی مُنتہی دعوت ضرر رَساں ہو سکتی ہے' مُرشد اس کے لئے اذن نہ دے گا-

اذن یا اجازت مِل جائے تو پھر ایک تو اس کا مطلب یہ ہے کہ متعلقہ ذِکر و مراقبہ کیا جا سکتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ مرشد کی دُعا و بَرَکت بھی اُس میں شامل ہو جاتی ہے- اس لئے فقر و تصوُّف میں صرف ذِکر و اَذکار ہی نہیں بلکہ بہت سے دُوسرے کام بھی مُرشد کے اذن کے ساتھ کرنے چاہئیں-

۞

سوال: مُراقبے میں جب مُرشد کا تصوُّر کریں تو کیا مُرشد کو معلوم ہو جاتا ہے؟- اُس سے رابطے کی کیا صورت ہو کہ اُسے بھی معلوم ہو جائے؟-

جواب: عام طور پر مُرشد ایک مقرّرہ وقت میں اپنے مُریدوں اور شاگردوں کی طرف توجّہ فرماتے ہیں اور اُن کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کون ذِکر میں ہے اور کون غافل ہے- مُرشد کا یہ وقت فیض رسانی کے لئے مختص ہوتا ہے- عام طور پر مُرشد بتا بھی دیتے ہیں کہ فلاں وقت میں ہماری توجہ تمہارے شاملِ حال ہوگی-

مُراقبے کے علاوہ بھی طالب یا مُرید کو ہر وقت اپنے تئیں مُرشد کے حُضور میں حاضر سمجھنا چاہئے- یعنی یہ تصوّر کرنا چاہئے کہ وہ حاضر و ناظر ہے-

۞

سوال: کیا ہمیشہ اپنے گھر پر ہی مُراقبات کرنے چاہئیں یا اور بھی کہیں کئے جا سکتے ہیں؟-

جواب: ویسے تو اذکار و مُراقبات کے لئے کوئی خاص جگہ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں مگر

مُبتدی درویشوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ گھر کا کوئی کونا، تنہا حُجرہ، یا نماز باجماعت کے علاوہ اوقات میں مسجد کے برآمدے میں کوئی جگہ مقرر کر لیں اور وہیں ذِکر مُراقبہ وغیرہ کیا کریں- اس سے عادت پُختہ ہونے میں مدد ملتی ہے اور وہ جگہ ذِکر کی برکت کی وجہ سے مانُوس ہو جاتی ہے اور حاضرات و ناظرات ذِکر و مُراقبہ بھی اس سے مانوس ہو جاتے ہیں- اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے-

مُتوسط اور مُنتہی کے لئے کوئی قید نہیں- وہ چونکہ پختہ حال ہوتے ہیں' اس لئے نئی جگہ میں بھی اُن کے خیالات کے بھٹکنے کا کوئی خدشہ نہیں ہوتا-

۞

سوال: کیا مُراقبے کے شروع میں توجُہ قائم کرنے کے لئے کسی چیز کا تصوُّر بھی کیا جا سکتا ہے' جیسے کسی عمارت کا' کسی بزرگ کا' یا کسی نقش کا؟-

جواب: ایسا تصوُّر یقیناً سُودمند ہو سکتا ہے' مثلاً بیٹھتے ہی اگر اپنے شیخ کا تصوُّر کر لیا جائے تو مُفید ہے یعنی یوں سمجھے کہ وہ نہیں بلکہ خود شیخ بیٹھا ہے' یا یوں خیال کرے کہ شیخ اُس کے وجود میں یا وہ خود شیخ کے وجود میں سا گیا ہے- ساتھ ہی یہ بھی تصوُّر کر سکتا ہے کہ وہ کسی غائب الاولیاء ولی کے مزار کے سامنے موجود ہے- لیکن ایسا کچھ کرنے سے پہلے بیٹھتے ہی یہ کرنا چاہئے کہ درویش اپنے ذہن اور دل و دماغ کو دوسرے خیالات اور اَوہام سے خالی کر دے- کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے اندر یہ خالی ہو جائیں گے پھر شیخ کا تصور کرے یا کسی مزار کا' اور بعد ازاں ذِکر اور مُراقبے میں مشغول ہو جائے- اس بات کا خیال رہے کہ ہر کام باترتیب ہونا چاہئے-

۞

سوال: بعض مُرشد اپنے درویشوں کو مراقبات اور اذکار کے دوران میں گوشت کھانے یا بعض دُوسری غذاؤں کے استعمال سے منع کرتے ہیں- کیا یہ ضروری ہے؟

جواب: ہر کام کے لئے اچھی صحت ضروری ہے- چونکہ مراقبات اور اذکار کے دوران

درویش کو کچھ وقت کے لئے باوضو بیٹھ کر اُن اَشغال میں مصروف رہنا ہوتا ہے' اِس لئے گیس یا گرمی پیدا کرنے والی غذاؤں سے مُبتدی کو منع کیا جاتا ہے یا اُسے پرہیز کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ اُس کی طبیعت و حالت ذِکر و مراقبہ کے لئے موزوں رہے- ان ہدایت پر ضرور عمل کرنا چاہئے-

مُتوسط یا مُنتہی درویش روزوں اور فاقوں کے ساتھ اپنی جسمانی حالت کو درست رکھنا جانتا ہے، اِس لئے اُس کے لئے ضروری نہیں-

سوال: ذِکر و مُراقبہ کے شروع میں حصار کھینچتے ہیں- کیوں؟ کیا یہ ضروری ہے؟

جواب: ذِکر و مُراقبہ کے شروع میں ایک نیّت کا خالص کرنا ضروری ہے یعنی دِل کو وساوس و خطرات سے پاک کر کے صحیح اِرادہ کر لینا چاہئے-

دُوسرا مرحلہ ذِکر یا مراقبہ کی تیاری کا ہے- اِس کے لئے کچھ پاک کلمات دُہرا دیئے جائیں تو قلب و رُوح اگلے مرحلہ کے لئے تیار ہو جائیں گے-

وہ کلمات پڑھ کر بدن پر برکت کے لئے پھونکا جا سکتا ہے اور ساتھ ہی اپنے گرد اُنگلی سے لکیر کھینچ لیتے ہیں گویا اب بندہ اس چار دیواری کے اندر باہر کی مُداخلت سے محفوظ ہے- نفسیاتی طور پر بھی لکیر کا کھینچنا بہت اہم ہے-

حصار ابتداء میں تو بہت ضروری ہے مگر مُنتہی کے لئے ہاتھ سے لکیر کھینچنا لازمی نہیں، وہ کلمات پڑھنے کے بعد صرف تصور بھی کر سکتا ہے کہ میں اب حصار کے اندر ہوں-

بعض درویش اس قدر توجہ سے یہ حصار کھینچتے ہیں کہ واقعی کوئی کیڑا مکوڑا یا ضرر رساں چیز اس لکیر کو پار کر کے اس تک نہیں پہنچ سکتی- چنانچہ یوں کہا گیا کہ وہ گویا ہر وقت حصار میں رہتے ہیں- لہ معقبٰت من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ (اس کے لئے پہرے دار

آگے پیچھے مقرر رہیں، جو اللہ کے حُکم سے اُس کی نگہبانی کرتے ہیں) قرآن مجید-۱۳-۱۱

سوال: حِصار کے باوجود اگر خیالات پھر بھی ستائیں یا باہر سے کوئی مداخلت ہو تو کیا کیا جائے؟-

جواب: پہلے تو یہ ضروری ہے کہ بندہ ذِکر یا مُراقبے کے لئے بیٹھے تو اپنے ضروری کاموں سے فراغت پا کر مشغول ہو- سب سے بہتر وقت صُبح کا ہے، یا پھر کوئی بھی فراغت کا وقت مثلاً عصر اور مغرب کے درمیان یا مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان-

حصار کے کلمات دھیان کے ساتھ پڑھے جائیں اور پھر ذِکر یا مراقبہ شروع کیا جائے- اس کے باوجود خیالات و وَساوس بند نہیں ہوتے تو قُوّتِ ارادی سے اُن کو روکنا چاہئے- پھر بھی نہ رُکیں تو اُن کو آنے اور جانے دیں، کام جاری رکھیں- یہ خود چند منٹ کے بعد اپنا زور ختم کر دیں گے-

باہر کی مداخلت سے مُراد یہ ہے کہ باہر سے کوئی پکارتا ہے یا کوئی بچہ گر پڑتا ہے یا کوئی مُوذی جانور حملہ آور ہونا چاہتا ہے، تو جہاں تک پکار کا تعلّق ہے، اگر جواب دینا ضروری ہے تو جواب دینے کے بعد اُسے قدرتی اَمر سمجھ کر دوبارہ کام میں مشغول ہو جائیں- دیگر اِنتہائی صورتوں میں جیسے کوئی گر کر زخمی ہوا ہے یا حملہ کا خطرہ ہے تو حصار توڑ کر پہلے اُن کی طرف توجہ دیں، خطرات کا ضروری سدِّباب کریں اور پھر بیٹھ کر مصروفِ کار ہو جائیں-

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی سفر میں ہوں یا گھر پر کاموں کا ہجوم ہے تو پہلے اُن کاموں کو نبٹایا جائے اور پھر ذِکر و مراقبہ کیا جائے خواہ اس میں ناغہ ہی کیوں نہ ہو جائے-

سوال: شروع میں کیسے پتہ چلے کہ کام صحیح با ترتیب چل رہا ہے؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ اِس طرح کے خیالات کو خاطر میں نہ لانا چاہئے۔ آپ کوشش کر رہے ہیں، نتیجہ خدا پر چھوڑ دیں۔

پھر بھی اگر چاہیں تو یہ دیکھ لیں کہ آیا ذِکر یا مراقبے کے بعد طبیعت کچھ سکون اور اطمینان کی طرف مائل ہوتی ہے؟ کیا رُوحانی تازگی سے جسم میں بھی کچھ قوّت محسوس ہو رہی ہے؟ اگر ایسا ہے تو کام صحیح چل رہا ہے۔

دُوسری بات یہ ہے کہ چند ہفتوں کے بعد خود کو نُور میں گھرا ہوا محسوس کرنا چاہئے، اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ گویا آپ خود نور ہیں یا نور کا حصّہ ہیں۔

سوال: مُراقبے کے دوران کیا کسی مُشاہدے کی توقُّع رکھنی چاہئے؟۔ اگر کوئی واقعہ کا عالم طاری ہو جائے تو کیا یہ درست ہے ؟۔

جواب: مُراقبے کے دوران میں ایک مشاہدہ تو مقصود ہوتا ہے مثلاً تصوُّرِ اِسمِ ذات میں نور کی تجلّیات، دَعوتِ اہلِ قبور میں کوئی غیبی ہدایت یا اطلاع، یا مجلسِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حضُوری میں پاک ہستیوں کی زیارت اور مُلاقات۔ یہ توقّع تو نیّت میں شامل ہوتی ہے۔

ان مراقبات کے دَوران میں اگر کچھ اور دیکھنے کی توقع ہے تو وہ ایک طرح سے غفلت کی تمنا ہے جو باعثِ ضرر ہوگی۔

اسی طرح اذکار کے دوران بعض اوقات کشفی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہ بھی غفلت کہی جاتی ہے مگر خود آ جائے تو قابلِ قبول ہے لیکن اگر توقع رکھی گئی تھی تو پھر نا جائز ہے۔ اس سے [illegible] ہو سکتی ہے، ترقی رُک سکتی ہے اور غفلت کی عادت پڑ جاتی ہے۔

سوال: دِل پر توجُّہ مرکُوز کرنے سے کیا مُراد ہے؟ دِماغ پر توجّہ کیوں نہ دی جائے؟۔

جواب: تمام بزرگی رِوایات کے بزرگوں اور صوفیاءِ کرام نے ظاہری دِل کے اندر ایک رُوحانی دِل کا وجود تسلیم کیا ہے، یعنی اسی گوشت پوست کے لوتھڑے کے اندر کچھ ایسی طاقت ہے، جو تمام ظاہری و باطنی مُحرکات کا مرکز ہے۔ جب اس کو مرکز مان کر ذِکر یا مراقبہ کیا جائے تو توجہ جلد یکجا اور مرکوز ہو جاتی ہے اور قلب و جسم میں جمعیت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ بھی قلب کو ایک لطیف مرکز ہی کہتے ہیں اور اسی پر اسم اَللّٰہ کے تصوُّر کی تلقین کرتے ہیں۔

دِماغ کا کاروبار اَعصاب اور باریک رَگوں اور ننھے مُنے خلیوں اور کئی غیر مَرئی رابطوں کے ذریعے دُور دُور تک پھیلا ہوا ہے۔ البتہ دِماغ کے اندر بھی کچھ مراکز ہیں، جن پر دِل کے بعد توجہ مرکوز کی جاتی ہے، مگر پہلے دِل اور بعد میں یہ لطائف، جو دماغ میں ہیں۔ ورنہ دِماغ سے شروع کریں گے تو سوائے اِنتشار کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ذِکر ہو یا تصوُّر، نہ تو دماغ سے شروع کیا جائے اور نہ ناف سے، بلکہ دِل سے شروع کریں۔ مشقِ مَرقُومِ وُجودیہ میں بھی اگر چاہیں تو پہلے دِل پر اَللّٰہ لکھیں اور پھر سَر سے ناف تک آئیں اور ناف سے سَر تک جائیں۔

سوال: کیا یہ دُرست ہے کہ مُراقبات کے ساتھ کئی بیماریاں دُور ہو جاتی ہیں؟۔

جواب: ہاں، یہ درست ہے، مراقبے میں سکون مِلتا ہے، بدن اور رُوح میں قوّت آ جاتی ہے، جسمانی نظام میں جمعیت پیدا ہوتی ہے، تو ظاہر ہے کہ فاسد نظام میں درستی کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

دُعا بھی کام کرتی ہے- ڈاکٹروں نے تجربات کے بعد تصدیق کی ہے کہ مراقبہ رُوح اور جسم دونوں کے لئے شفا کی صورتیں پیدا کرنے میں مُمِد ہوتا ہے-

❁

سوال: کیا اِس غرض سے بھی مراقبہ کیا جا سکتا ہے کہ غیب سے کچھ اطلاعات ملیں؟-

جواب: سیدھا سادہ جواب تو یہ ہے کہ ایسا کیا جا سکتا ہے مگر اس کے لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے، اگر ضروری احتیاط ملحوظ نہ رکھی جائے تو رجعت، ترقی میں روکاوٹ بلکہ گراوٹ تک کا خطرہ ہے-

مُراقبہ میں خبر پانے کی خواہش کرنا ایک تو اِستخارہ کی طرح ہے یعنی آدمی خیر یا خیر کے کسی کام یا خبر کے متعلق کسی ہدایت کا طالب ہے اور کچھ جاننا چاہتا ہے خواہ اسے کسی طرح سے بھی جتلا دیا جائے-

بات مقصد کی ہے کہ غیب سے اطلاع کس مقصد کے بارے میں ہے- اگر مقصد جائز ہے تو ایسی توقع بھی جائز ہے-

لیکن (اور یہ ''لیکن'' بہت غور کی متقاضی ہے) اگر اس طرح کے مراقبات کسی کی عادت بن جائیں تو بس پھر کرامت ختم ہوئی اور استدراج کی سرحد شروع ہو گئی اور استدراج کی دُنیا سحر، جادُو اور ٹونے ٹوٹکے کی دُنیا ہے- یہ کرگس کا جہاں ہے ''سرز اور شہباز'' نہیں-

جہاں تک حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے تجویز اذکار و مراقبات کا تعلق ہے اُن میں تو ایسے سوالوں کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں- اگر کوئی شخص حضرت سلطان صاحب کے مراقبات میں مصروف ہے تو وہ یقین رکھے کہ وہ ہر وقت عالَمِ غیب میں ہے- اُس کی ہر بات، اُس کی ہر نیت اور اُس کی ہر حرکت غیبی ہدایت کے طور پر ظہور پذیر ہو رہی ہے:

چوں قلم در پنجہ ءِ تقلیبِ رَبّ

وہ اپنے رَبّ کی تبدیلی لانے والی اُنگلیوں میں ایک قلم کی طرح ہے جسے رَبّ جس طرح چاہتا ہے، حرکت دیتا ہے- اُسے غیبی اُمور پر مُطلع ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو خود غیب کا مظہر ہے-

❁

سوال: کیا اَوراد اُونچی آواز میں پڑھنے چاہئیں یا خاموش رہ کر، مُناسِب طریقہ کیا ہونا چاہیے؟-

جواب: مُناسب طریقہ یہ ہے کہ اَوراد نہ اُونچی آواز میں پڑھے جائیں اور نہ چُپ رہ کر، بلکہ درمیانی آواز کے ساتھ اَدا کئے جائیں- خاص طور پر یہ خیال رہے کہ اِرد گرد رہنے والے لوگ آپ کی آواز سے پریشان نہ ہوں- رَسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تہجّد کی نماز میں گھر کے اندر تلاوت فرماتے تھے تو آواز بہت نیچی رکھتے تھے کہ سونے والوں کی نیند خراب نہ ہو-

اَوراد دراصل با ترتیب دُعائیں ہیں یا خاص قسم کے کلمات ہیں- اُن کے لئے آواز آہستگی کی طرف مائل ہونی چاہئے-

❁

حضرت سُلطان باھُو کے سِلکِ سُلُوک کے بارے میں

سوال: جس طرح مختلف طریقوں (مثلاً نقشبندیہ و چشتیہ وغیرہ) کے مشائخ کے سلُوک میں تکمیل کے لئے کم از کم یا زیادہ سے زیادہ مدّت مقرر ہے، کیا حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے تجویز کردہ اَذکار و مُراقبات کے لئے بھی کسی مُدّت کا تعیّن کیا جا سکتا ہے؟-

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک دَور تھا، جس میں مُتقدِمین صُوفیاء نے اَذکار و مراقبات اور ریاضات کے لئے نصاب مدوّن فرمائے مگر حالات بدلے اور اب اپنے اپنے طریقوں میں صوفیا کو نظرِ ثانی کرنی پڑی ہے- چنانچہ اگر نقشبندیہ مُجدِدیہ طریق کے مراقبات کو دیکھا جائے تو یہ کہیں بھی اُس طرح جاری نہیں ہیں جیسے حضرت مُجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے تجویز فرمائے تھے- زیادہ سے زیادہ قلب کے لطیفے پر زور دیا جاتا ہے یا ایک دو اور لطائف پر توجّہ کے لئے کہا جاتا ہے- اسی طرح چشتیہ طریق میں کئی منزلیں تھیں جن کو طے کرنے کے لئے کئی سال درکار تھے مگر اب وہاں بھی کم از کم اذکار اور زیادہ سے زیادہ سماع پر زور دیا جاتا ہے-

جہاں تک حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سِرّہٗ کے عملی سُلوک کا تعلق ہے، تو خود وہ طویل المدت اوراد کے حامی نہ تھے، اس لئے اُنہوں نے ابتدا سے ہی مختصر مگر جامع اذکار و مراقبات تجویز فرمائے۔ یہ صرف چند اذکار اور چند مراقبات ہیں جو ہمیشہ کے لئے ہیں- یعنی یہ تمام کے تمام ذکر درجہ بدرجہ منازل میں طے ہوتے رہتے ہیں- حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو کے نصاب عملی سلوک کے لئے صحیح سوال یہ ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں کتنے عرصے کے بعد ان

مراقبات کے نتائج ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں؟ -اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ طالبِ حق کی استعداد پر منحصر ہے- اگر کسی عامل مُرشد کی رہبری و نگرانی میسّر آ جائے تو پہلے ہفتے کے اِبتدائی ایام میں ہی ذکر یا مراقبے میں ذَوق و مُشاہدہ کا تجربہ شروع ہو جاتا ہے، ورنہ کوئی بھی مراقبہ ہو، ایک ماہ کے اندر طالب محسوس کرتا ہے کہ وہ منازل طے کر رہا ہے- اب رہی یہ بات کہ کب تک؟ حضرت سلطان باھُو کے عملی سلوک کی یہ خصوصیت ہے کہ اِس کی اِنتہا نہیں، اگر کوئی اِنتہا ہے تو وہ ہے استغراق، مگر یہ اِستغراق بھی باشعور ہوتا ہے اور اس میں بھی نامعلوم منازل کا سفر جاری رہتا ہے-

❁

سوال: کیا جدید دَور کی مصروفیت میں اِس طرح کے مراقبات کے لئے وقت نکالا جا سکتا ہے جو حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو رحمتہ اللہ نے تجویز فرمائے تھے؟-

جواب: کیوں نہیں، آج کے دَور میں لوگوں میں تعلیم عام ہو گئی ہے، لوگ مصروف ہونے کے ساتھ ساتھ باشعور بھی ہیں- وہ اِس مصروف اور بے سکون دَور میں ذہنی، جسمانی اور رُوحانی طور پر بھی صحت مند رہنا چاہتے ہیں- یورپ اور امریکہ میں لوگوں کو مراقبات Meditation کی اہمیت کا علم ہو چکا ہے اور وہاں اُن کی مَشق کے لئے کئی مراکز بھی کُھل چکے ہیں، جہاں بیٹھ کر غیر اسلامی دُنیا کے گُرو اور پروہت اُلٹی سیدھی محض اِبتدائی قِسم کی مَشقوں کے ذریعہ لوگوں پر ثابت کر چکے ہیں کہ ان مراقبات سے فائدہ ہوتا ہے-

ہمارے ہاں تصوُّف میں نہایت مُؤثر اَذکار و مراقبات کے طریقے تجویز کئے گئے ہیں جو آسان ہیں اور بہت مؤثر ہیں اور کم از کم وقت میں کوئی بھی شخص اِن سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے-

حضرت سلطان باھُو کے مجوّزہ نصابِ سلوک میں اگر کوئی بھی شخص فرائض عبادات (نماز،

روزہ وغیرہ) کے علاوہ صبح وشام آدھ آدھ گھنٹہ بھی وقت نکال لے تو وہ دیکھے گا کہ اس کی روزانہ کی زندگی کے کئی گوشے منوّر ہو گئے ہیں اور اُس کا اثر اُس کی عملی معاشرتی زندگی پر بھی مرتب ہوا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ان کا التزام کرتے ہیں، وہ پہلے سے زیادہ مطمئن اور پُرسکون محسوس کرنے لگے ہیں۔ اس اطمینان اور سکون کا اثر اُن کی معاشرتی زندگی پر بھی پڑتا ہے، وہ اپنے روزمرہ کے کاموں میں بھی زیادہ کامیاب رہتے ہیں۔

❁

سوال: تصوّرِ اسمِ اَللہ ذات اور مَشقِ مرقومِ وُجودیہ کے تصوّر میں بُنیادی فرق کیا ہے؟۔

جواب: تصوّر اسمِ اَللہ ذات میں ایک نقش کا (جو لفظ ''اَللہ'' لکھا ہوتا ہے) تصوّر باندھا جاتا ہے اور اسی کو دل پر یا دُوسرے لطائف پر جمانے کی مشق کی جاتی ہے۔ مشقِ مرقومِ وجودیہ میں خود ہی درویش لفظ انگشتِ تَفَکُّر سے دل پر یا کسی بھی اندام یا لطیفہ پر لکھتے ہیں اور اُس کا تصوّر باندھ کے مشق کو جاری رکھتے ہیں۔

آگے دونوں کی مرحلہ وار مشقیں الگ الگ ہیں۔

❁

سوال: کیا میں اَللّٰہ، لِلّٰہ، لَہٗ، ھُو، فَقْر اور مُحَمَّد کا تصوّر اپنے اپنے وقت میں ایک ساتھ جاری رکھ سکتا ہوں؟۔

جواب: ان کلمات کی مشقیں ذکر کی صورت میں زبانی طور پر بھی کی جاتی ہیں اور ان کے تصوّر کی مشق بھی کی جاتی ہے۔

زبانی ذکر ان چار کلمات کا (اَللّٰہ، لِلّٰہ، لَہٗ، ھُو) تو ایک وقت میں جاری رکھا جاسکتا ہے، باقی دو کلمات فَقر اور مُحَمّد ایسے زبانی ذکر کے لئے نہیں ہیں۔ یہ تصوّر کی مشق کے تحت آتے

ہیں۔

اب جہاں تک تصوّر کا تعلق ہے تو اِن میں سے ہر کلمہ کے ساتھ ایک حال وابستہ ہے۔ اس کی وضاحت مرشد کرے گا۔ اگر سب کلمات کا ایک ساتھ تصوّر کریں گے تو حال نمودار نہ ہوگا۔ مناسب یہ ہے کہ مرشد سے ہدایت پا کر باری باری اِن کے تصور کی مشق کریں تو احوال ومقامات مشاہدے میں آئیں گے۔

اَللّٰہ، لِلّٰہ، لَہٗ، ھُو عُروج سے متعلق مقامات سے مُختص ہیں اور فَقر، مُحمَّد نزول کی سطح پر بروئے کار آتے ہیں؛ جہاں ایک طرح سے بس تصوّر کی تکمیل ہوتی ہے، اگلی منزلیں دوسرے اعلیٰ مرتبے کے شعور سے متعلق ہوں گی۔

❁

سوال: تصور کے مراقبے میں پختگی یا کامیابی کی نشانی کیا ہے؟۔

جواب: اگر اِسمِ اَللہ ذات کا تصور کیا جارہا ہے تو تصور کے دوران پہلے اِسمِ اَللہ کے حروف میں چمک آجاتی ہے۔ پھر اِسمِ اَللہ کو تصور میں پھیلا کر دیکھنے کی مشق کی جاتی ہے تو اس میں سے کئی روشنیاں نکلتی ہیں۔ تب صاحبِ تصور اپنے تخیل کے سہارے خود کو بھی ایک روشنی محسوس کرتا ہے۔ جب وہ اپنے تئیں اِن روشنیوں کا حصہ محسوس کرنے لگے تو سمجھے کہ اب تصوّر کی ایک منزل طے ہو گئی۔

مگر ایسا کچھ فوراً نہیں ہوتا۔ بڑے صبر اور اِستقلال کی ضرورت ہے، تب ایک مدت کے بعد کام بنتا ہے۔

❁

سوال: مشقِ مرقومِ وُجودیہ میں ہفت اندام سے کیا مُراد ہے؟۔

جواب: ہفت اندام تو یہ ہیں:

دو ہاتھ دو ٹانگیں سینہ پیٹ سَر

ان سب پر اَللهُ اَللهُ لکھا جاتا ہے- مگر ان ہفت اندام کے ساتھ اور کئی حصے ہیں جو ان میں شامل ہیں مثلاً سَر میں آنکھیں، کان، پیشانی اور نیچے گردن' سینہ میں دائیں، بائیں اور درمیان، اسی طرح بازوؤں میں اور دوسرے اعضاء میں- گویا ہفت اندام پر لکھنے سے مراد یہ ہے کہ ان اندام کے ہر حساس حصے پر اَللهُ اَللهُ لکھا جائے-

سوال: آپ نے لکھا ہے کہ دعوتِ اہلِ قبور کے لئے کسی بزرگ وَلی کی قبر پہلی شرط ہے- مَیں ایک غیر مُلک میں ہوں' جہاں کسی وَلی اللہ کی قبر کا کچھ پتہ نہیں، وہاں کیا کرنا چاہیئے؟-

جواب: عام دعوت کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ کسی خوشگوار مقام یعنی دریا کے کنارے یا کشتی میں یا کسی سرسبز جنگل کے درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر اذان کے کلمات کہے جائیں- حضرت سلطان باھُو کی قبر کے پاس بیٹھنے کا تصور کیا جائے اور قرآن کی سورتیں (سورۂ یٰسین، سورۂ مُلک، سورۂ مزمل وغیرہ) پڑھی جائیں- اسی طرح اپنے گھر کے کسی پُرسکون کونے میں بیٹھ کر بھی مزار مبارک سلطان باھُو کا تصور قائم رکھ کر قرآن پڑھا جائے تو انشاء اللہ وہی ثمرات حاصل ہوں گے' جو قبر پر بیٹھ کر پڑھنے میں ملتے ہیں-

سوال: مشق مرقوم وجود یہ کہاں سے شروع کریں اور کہاں ختم کریں؟-

جواب: سر کے اوپر سے شروع کریں، ہر اندام پر لکھتے آئیں اور اختتام پر ایک دو منٹ کے وقفے کے بعد نیچے سے شروع کر کے سر تک چلے جائیں اور پھر کم از کم پندرہ منٹ تک اور زیادہ سے زیادہ جس قدر ہو سکے، ان کلمات کا تصور کرتے بیٹھے رہیں- ان لکھے ہوئے کلمات کو بھی روشن

دیکھیں گویا یہ نورانی آتش کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور چمک رہے ہیں-

سوال: مَیں چلتے پھرتے تصوُّرِ اسم اَللهُ ذات قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور ذکرِ خفی بھی کرتا ہوں کیا یہ صحیح اقدام ہے؟-

جواب: تصوّر اور ذکرِ خفی دونوں ایک ساتھ جاری رکھے جا سکتے ہیں- چلتے پھرتے بھی تصور قائم رہ سکتا ہے مگر متعدد مناظر میں توجہ بٹنے کا اندیشہ رہتا ہے' اِسی لئے تصور کے لئے نسبتاً ذرا موزوں لمحات کی تلاش رہنی چاہیئے' مثلاً دفتر میں بیٹھے ہوئے، تنہائی میں، کم حرکت کے کاموں کے دوران-

تب توجہ کر کے آزمائش کرتے رہنا چاہیئے کہ تصور قائم ہے یا نہیں-

سوال: حضرت سُلطان العارفین کے تجویز کردہ اَذکار اور مراقبات پر عملدرآمد سے بالآخر کیا فائدہ ملتا ہے؟ اِن مراقبات کا ظاہری زندگی کے طور طریق پر کیا مثبت اثر پڑتا ہے؟

جواب: یہ سوال شاید آج کے دَور کے کسی فرد کا منتظر تھا کہ پوچھا جائے- اِس سے پہلے طالبانِ حق اس قسم کے سوال نہیں پوچھا کرتے تھے- اِن کے رُوحانی پس منظر اور درویشوں کے نقطۂ نظر آنے کی غرض وغایت کے پیش نظر یہ سوال کبھی پیدا ہی نہ ہوتا تھا-

مگر آج کے دَور کا مُسلمان' دُنیا داری کے کاموں میں زیادہ مُنہمک ہے- وہ دُنیا داری کے حوالے کے ساتھ رُوحانی لذّت سے آشنا ہونا چاہتا ہے- پہلے زمانوں میں بھی کچھ لوگ ایسے ہُوا کرتے تھے اور صوفیا اُن کی اپنے حلقے میں حوصلہ افزائی نہ کرتے تھے مگر اب اگر ایسا کیا جائے تو شاید کوئی اِس طرف آنے کا خیال ہی نہ کرے- صرف یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ آیا ایسا سوال پوچھنے

والے کے اندر کچھ اخلاص کی رَمق موجود ہے، اگر ایسا ہو تو پھر اُس کی پذیرائی کرنے کا تکلّف مناسب ہے۔

بات یہ ہے کہ مراقبات اگر باقاعدگی سے کیے جائیں تو اُن کا فائدہ جو ظاہری زندگی کے کاروبار میں ہوتا ہے، ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔ مراقبات سے دل و دماغ اور جسم کو سکون ملتا ہے۔ ذہن صاف ہو جاتا ہے، ہر کام میں توازن آ جاتا ہے اور ہر شئے اپنی اصلی شکل میں دکھائی دیتی ہے۔ آدمی کی توانائیاں غیر ضروری طور پر ضائع نہیں ہوتیں۔ اُس کے اندر شفقت آ جاتی ہے۔ اُس کے تعلقات اپنے اردگرد کے لوگوں کے ساتھ نارمل ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ ماتحت ہے تو اخلاص کے ساتھ کام کرتا ہے، اگر افسر ہے تو دوسروں سے محبت اور اُنس کے جذبہ سے کام لیتا ہے تو انتظام میں بہتری آ جاتی ہے۔ نیز اُس کے اندر وجدانی قوتیں جاگ اُٹھتی ہیں اور اُس کے فیصلے بھی مثبت صورت اختیار کر لیتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

درویش ان سب کو ذیلی اثرات سمجھتے ہیں، کیونکہ اُن کا مطمحِ نظر مراقبات سے صرف یہی نتائج حاصل کرنا نہیں ہوتا، اُن کی نظر خدا پر لگی ہوتی ہے۔ یہ خصائص تو انہیں فی سبیل اللہ حاصل ہو جاتے ہیں۔

اگر نیت درست کر لیں تو ظاہر و باطن سنور جائے گا، ورنہ بقول اقبالؔ :

تُو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی تھا !

سوال: اقبالؔ نے ہی تو کہا تھا :

یہ ذکرِ نیم شبی ، یہ مُراقبے ، یہ سُرور
تری خُودی کے نگہبان نہیں تو کچھ بھی نہیں

اِس کا کیا مطلب ہے؟ - بظاہر تو علاّمہ اِن مراقبات کی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں۔

جواب : علامہ کو خانقاہی نظام میں پیدا ہو جانے والی خامیاں بہت کھٹکتی تھیں۔ ایک تو جھوٹے پیر اور ناقص مرشد بہت ہو گئے تھے، دوسرے خانقاہی نظام میں مراقبات، اذکار اور دیگر اشغال کی ظاہری صورتوں پر زیادہ زور دیا جانے لگا تھا، جس سے اصل مقصد اوجھل ہو گیا تھا۔

شعر میں تمام اذکار و مراقبات کا ایک مقصد بیان کیا جا رہا ہے: خودی کی نگہبانی۔ آپ چاہیں تو خودی کی جگہ لفظ ''روح'' استعمال کر لیں۔ تمام اذکار اور مراقبات کا مطلب ہے: رُوح پروری، رُوح کی حفاظت، رُوح کی صفائی اور ان تمام ظاہری آداب و قواعد اور فرائض و سُنن کا اہتمام جو رُوح (خودی) کی حفاظت کے لئے ضروری ہیں۔ اگر مراقبات کا مقصد محض سُرور یابی اور سکون آوری ہے تو پھر یہ کیفیات خواب آور گولیوں سے بھی کسی حد تک حاصل کی جا سکتی ہیں۔

اقبالؔ نے تو ذکر کی حرارت اور روشنی کی ہمیشہ تعریف کی ہے۔ وہ اہلِ ذکر درویش کے بارے میں کہتے ہیں :

وہ ذکر کی گرمی سے شُعلے کی طرح روشن!

علامہ فرما رہے ہیں کہ ذکر سے حرارت بھی ملتی ہے، روشنی بھی، مراقبات سے سرور بھی حاصل ہوتا ہے اور سکون بھی، مگر اصل مقصد خودی (رُوح) کی نگہبانی ہے کیونکہ رُوح ''اصل خویش'' یعنی خدا سے جا ملاتی ہے۔

سوال: کن اذکار و مراقبات میں آنکھیں کھلی رہنی چاہئیں اور کن میں بند رکھنی چاہئیں؟۔

جواب: آنکھیں اگر بند ہوں اور اکثر اس کی عادت پڑ جاتی ہے تو نیند آ جاتی ہے اور آدمی ذکر کے دوران میں بیٹھے بیٹھے سو جاتا ہے اور اسے خوابیدگی کے دورانیے کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ یہ عرصہ غفلت میں شمار ہوگا۔

تصوّرِ اسمِ ذات میں آخری دو مراحل میں آنکھیں بند رکھنی پڑتی ہیں۔ بعض اور مراقبات میں بھی مثلاً مجلس نبوی (ﷺ) کی حضوری میں ہوسکتا ہے، آنکھیں بند کرنے کی ہدایت کی جائے مگر باقی اذکار میں آنکھیں نہ زیادہ کھلی رکھیں نہ بالکل بند کر دیں بلکہ ادھ کھلی رکھنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

منتہی اگر آنکھیں کبھی بند نہ کرے تو وہ آزاد ہے کیونکہ وہ ہر حال میں اب خود ایک ذمہ دار معلّم ہے۔

❁

سوال: حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے تصوّر پر بہت زور دیا ہے۔ کیا اذکار میں اور خاص طور پر پاسِ انفاس کے ساتھ بھی کوئی تصور وابستہ ہے؟۔

جواب: ذکر کو سانس کے ساتھ ملا کر کریں تو یہ پاسِ انفاس ہے۔ اس کے ساتھ بھی تصور ہے۔ جب کلمہ کے ساتھ سانس اندر لیں تو یوں تصور کریں گویا زمین و آسمان کے درمیان پھیلی ہوئی اچھی قوتوں کو اپنے اندر کھینچ رہے ہیں اور جب کلمہ کے ساتھ سانس باہر نکالیں تو تصور کریں کہ کلمہ کی برکت سے جہالت اور منفی محرکات کو باہر نکال رہے ہیں۔ اس تصور کی عادت پختہ ہو جائے تو پھر شعوری طور پر یہ تصور کرنے کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔

❁

سوال: سُنا ہے، فُقرائے کامل کو مراقبات کی ضرورت نہیں رہتی، کیا یہ درست ہے؟

جواب: سوال سادہ سا ہے مگر جواب اس قدر سادہ نہیں کہ ہاں اور نہیں میں دیا جا سکے۔

دراصل مُبتدی، مُتوَسِط اور مُنتہی فقیروں کے انداز میں فرق ہوتا ہے۔ مثلاً مبتدی جب مراقبہ کرتا ہے تو اُسے کچھ اس طرح شرائط ملحوظ رکھنی پڑتی ہیں کہ ہر ایک کو اُس کے ذکر یا مراقبہ کرنے کے بارے میں علم ہو جاتا ہے۔ متوسط درویش کے عمل میں بعض شرائط صرف متصور ہوتی ہیں، تاہم دکھائی دیتا ہے کہ یہ شخص ذکر یا مراقبے میں ہے، مگر منتہی فقیر کا تو عالم ہی اور ہوتا ہے۔ وہ بظاہر دُنیا کے کاموں میں مصروف ہوتا ہے مگر باطن میں مراقبہ میں ہوتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ فرماتے ہیں کہ فقیر بظاہر لوگوں کے ساتھ باتیں کر رہا ہوتا ہے مگر اپنے اندر وہ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں بظاہر سو رہا ہوتا ہوں مگر دِل جاگتا ہے۔ یہ دِل کی حضوری ہے۔

یہی مراقبے کی شکل ہے کہ فُقراءِ کامل مراقبے میں ہوتے ہیں مگر ایک تو اُنہیں مراقبے کی ابتدائی شرائط کی ضرورت نہیں رہتی اور دوسرے وہ تنہا ہوں یا ہجوم میں، ہمیشہ مراقبے میں رہتے ہیں:

عارِف دی گل عارِف جانے
کیا جانے نفسانی ھُو

❁❁❁

پروفیسر سیّد احمد سعید ہمدانی
کی چند خوبصورت کتابیں

ابیاتِ باھُو معہ انگریزی ترجمہ	Says Bahu		250/-
رسالہ رُوحی معہ انگریزی ترجمہ وشرح	Of the Spirit		100/-
دیوانِ باھُو فارسی معہ انگریزی ترجمہ	Divan i Bahu		130/-
رسالہ رُوحی معہ ترجمہ وشرح (اردو)		طبع دوم	زیرِ طبع
رسالہ رُوحی خورد معہ اردو ترجمہ			15/-
احوال ومقامات حضرت سُلطان باھُو			140/-
حضرت سُلطان باھُو - حیات وتعلیمات			
شانِ غوث الاعظمؒ حضرت سُلطان باھُو کی نظر میں			35/-
شمعِ جمال (تاریخ سلاسلِ تصوّف)			140/-
عصرِ جدید اور مسائلِ تصوّف			70/-
حقیقتِ ابدال ورِجالِ غیب			62/-
خاص الخاص تعلیم			30/-
سُلوکِ طریقت (از مولوی محمد دین گُجراتی)			15/-
اسلامی نظریہء احتساب (امیر کبیر سیّد علی ہمدانی)			30/-
سی حرفی - ابیاتِ سُلطان باھُو ترجمہ وتشریح			200/-

تقسیم کار:

ناشاد پبلشرز - رِیگل پلازہ - جناح روڈ کوئٹہ

فون: 2837999 81 92+   ای میل: nashad@qta.paknet.com.pk

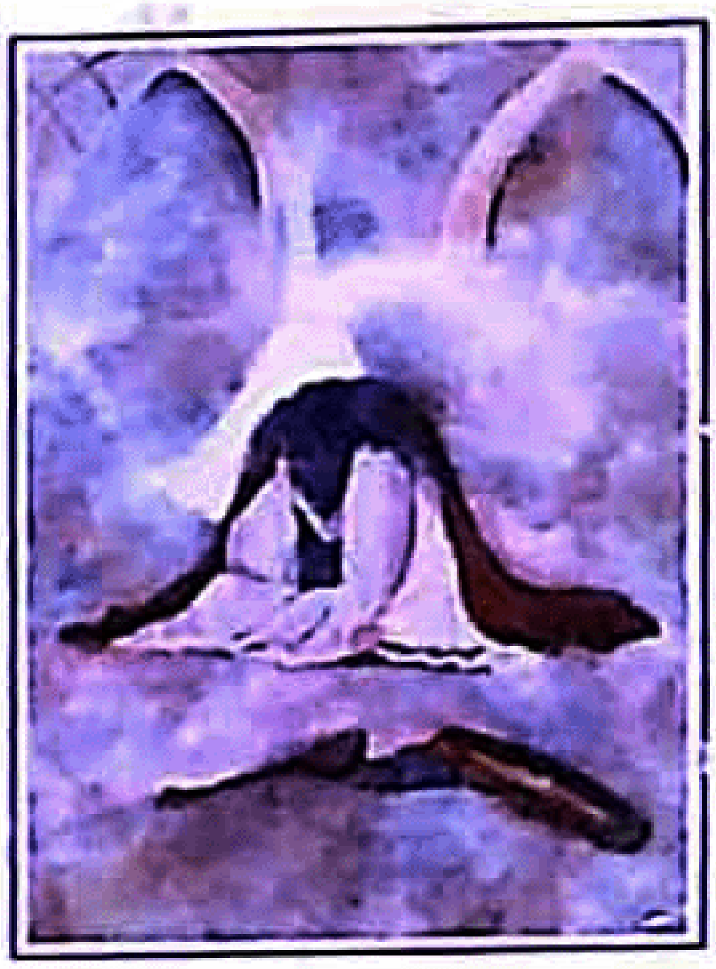

سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ اپنے طریقۂ عالیہ سَروریہ قادریہ میں طالبانِ حق کو بہت زیادہ وِرد اَوراد ِظاہری کی تلقین نہیں فرماتے بلکہ اُن کے چند خاص الخاص مُراقبات واذکار اور اَوراد ہیں' جنہیں ''سُلطانُ الاوراد'' کہا جا سکتا ہے۔ اُن کے طریقے آپ نے اپنی مختلف کُتب میں بیان فرمائے ہیں لیکن سالکینِ سِلکِ سُلوک کو وہ طریقہ ہا تلاش کرنے میں کافی دِقّت پیش آتی تھی۔ پروفیسر سیّد احمد سعید ہمدانی ' بالعموم تصوّفِ اِسلام اور بالخصوص تعلیماتِ حضرت سُلطان العارفین پر ایک اتھارٹی ہیں۔ اُنہوں نے آپ کی متعدد تصانیف سے نہ صرف اذکار' مُراقبات اور اَوراد مجتمع کئے ہیں بلکہ اُن کے طریقہ ہا بھی ''اسرارِ ھُو'' میں تفصیلاً بیان کئے ہیں' اور ان تفصیلات میں اُنہوں نے جہاں سُلطانُ العارفین کی تعلیمات سے اِستفادہ کیا ہے' وہاں اپنے علمی کمالات' گہرے مُشاہدات' ذاتی تجربات اور رُوحانی واردات کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے۔ اُنہوں نے دَورِ جدید کے تقاضوں' سائنسی علوم اور شخصی اِستعداد کو مدِّ نظر رکھتے ہُوئے نہایت آسان و دِل کش انداز اور سلیس زبان میں سالکینِ معرفت وطالبانِ حق کے لئے مُرّوجہ راہیں بتائی ہیں' راہوں کی مُشکلات کی نشاندہی کی ہے اور اُن سے بخیر وخوبی گذرنے کی تراکیب بیان کی ہیں۔ دَر ایں سِلسِلہ اُنہوں نے اپنی زندگی میں جتنے لوگوں کی راہِ سلُوک میں راہنمائی کی ہے' اُن کے مختلف سوالات کے جوابات بھی ایک علیحدہ باب میں دے دیئے ہیں جو کہ ایک خاصے کی چیز ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''اَسرارِ ھُو'' سِلسلہ عالیہ قادریہ سَروریہ کے سالکین کیلئے ایک بیش بہا کُوزہ ہے' جس میں پروفیسر ہمدانی کی علمی قابلیت' رُوحانی اِستعداد اور ذاتی تجربہ نے ایک وسیع و عریض سمندر بند کر دیا ہے۔ اب راہِ معرفت کا ہر راہرو اس سے بطریقِ احسن اِستفادہ کر سکتا ہے لیکن مُرشدِ کامل کی اِحتیاج بہر طور لازم ہے۔

نشیمنِ غوثیہ' لاہور

سُلطان ارشد القادری

یکم محرم الحرام ۱۴۲۷ھ / آخر جنوری ۲۰۰۶ء